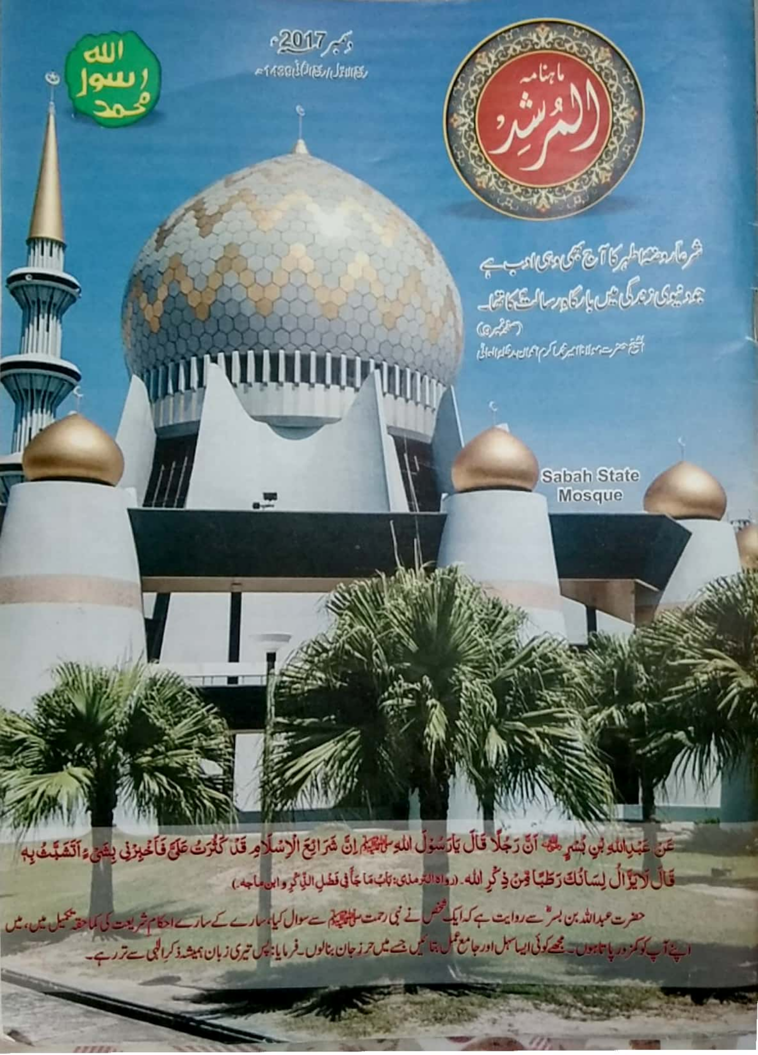

ماہنامہ
المرشد

دسمبر 2017ء
ربیع الاول/ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ

اللہ
رسول
محمد

شعارِ روضۂ اطہر کا آج بھی وہی ادب ہے
جو دنیوی زندگی میں بارگاہِ رسالت ﷺ کا تھا۔
(صفحہ نمبر ۹)

الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

عَنْ عَبْدِاللہِ بْنِ بُسْرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللہِ ﷺ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِی بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ
قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللہِ۔ (رواہ الترمذی: بَابُ مَا جَآءَ فِی فَضْلِ الذِّکْرِ و ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی رحمت ﷺ سے سوال کیا، سارے کے سارے احکامِ شریعت کی کماحقہٗ تکمیل میں، میں اپنے آپ کو کمزور پاتا ہوں۔ مجھے کوئی ایسا سہل اور جامع عمل بتائیں جسے میں حرزِ جان بنالوں۔ فرمایا: بس تیری زبان ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے تر رہے۔

تصوف

تصوف کیا ہے

کسی پھل یا غذا کے بارے میں جتنا بھی پڑھ لیں اُس کے ذائقے کو نہیں جان سکتے جب تک اُس کو چکھ نہ لیں۔ اسی طرح محبت، نفرت، بھوک وغیرہ کے بارے میں کتابوں کا ذخیرہ پڑھ جائیں اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتے جب تک یہ کیفیات خود وارِد نہ ہوں۔ جسے تین دن کھانا نہیں ملے گا وہ بھوک کو خوب اچھی طرح جان لے گا۔

اسی طرح اگر اسلام سارا پڑھ جائیں اور دل میں کوئی تحریک، کوئی کیفیت وارِد نہ ہو تو یہ لمحہ فکریہ ہے۔ ایمان کی حلاوت چکھنے کے لیے ہمیں لطیفہ ربانی 'قلب' عطا ہوا ہے۔ اس میں نورِ نبوت سے حیات پیدا ہوتی ہے۔ اللہ کا ذکر اسے روشن، منور اور صحت مند رکھتا ہے۔ اس کا تعلق قلب اطہر صلی اللہ علیہ وسلم سے استوار ہو تو کفر، شرک، معصیت سے نفرت اور کراہت آتی ہے جبکہ نیکی بھلائی ایمان کی بھوک لگتی ہے۔

سلاسل تصوف انہی برکات کے امین ہیں۔ اُن کی صحبت میں انعکاسی طور پر ان کیفیات کو وصول کیا جاتا ہے۔ سالک ذکر اللہ کی تربیت پا کر اُس نور کو سمیٹتا ہے جس کا امین اُس کے شیخ کا قلب ہوتا ہے۔ اس کا ثمر یہ ہے کہ جو آیت، جو ارشادِ نبوی سنتا ہے وہ اُس کا حال بن جاتی ہے۔ اُس کا دل اُس کی اطاعت پر سرشار اور نافرمانی پہ شدید آزردہ ہو جاتا ہے۔ دل خشوع، تقویٰ، شکر، فکر کی لذتیں پاتا ہے اور حسد، بغض، کینہ، عجب، تکبر، بخل، ریا جیسی قلبی نجاستوں سے چھٹکارا پا لیتا ہے۔

تصوف قلب کے حواس بحال اور روشن کرنے کا فن ہے۔ قلوب کو سلامت رکھنے کا شعبہ ہے۔

ماہنامہ المرشد

دسمبر 2017ء، ربیع الاول / ربیع الثانی 1439ھ

جلد نمبر:	39
شمارہ نمبر:	04

مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

مدیر: محمد اجمل

نائب مدیر: محمد ادریس خان

معاون مدیرہ: آصفہ اکرم

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

انچارج ترسیل و حسابات: چوہدری محمد اسلم

قیمت فی شمارہ: 40 روپے

بدل اشتراک

پاکستان 450 روپے سالانہ 235 روپے ششماہی

بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش 1200 روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک 100 ریال

برطانیہ یورپ 135 اسٹرلنگ پاؤنڈ

امریکہ 160 امریکن ڈالر

فار ایسٹ اور کینیڈا 160 امریکی ڈالر

سرکولیشن رابطہ آفس

ماہنامہ المرشد، 17 اویسیہ سوسائٹی روڈ، ٹاؤن شپ، لاہور

Ph: 042-35180381, Cell: 0303-4409395,
Email: monthlyalmurshed@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست اعلیٰ الشیخ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

فہرست

اسرار التنزیل سے اقتباس	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	3
اداریہ	صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان	4
طریقۂ ذکر		5
کلام شیخ	سیماب اویسی	6
اقوال شیخ	انتخاب	7
ماہانہ بیان ۔۔۔ ہمارا کردار	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	8
مسائل السلوک	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	15
اکرم التفاسیر، سورۃ الاحقاف: 1 تا 10	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	20
شرح مشکوٰۃ المصابیح	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	26
شیخ المکرم کی مجلس میں سوال و جواب	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	29
بعثت رحمت عالم	الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی	33
تزکیہ اور آداب شیخ	نوید اشرف (واہ کینٹ)	39
من الظلمت الی النور	ثمینہ مجاہد، لاہور	42
خواتین کا صفحہ	اُم فاران، راولپنڈی	44
بچوں کا صفحہ	ع خاں، لاہور	46
طب	حکیم عبدالماجد اعوان، سرگودھا	48
Translation from Akram-ul-Tafseer	Ameer Muhammad Akram Awan MZA	54
Tassawuf	Maulana Allah Yar Khan(RAU)	57

ناشر: عبدالقدیر اعوان — انتخاب جدید پریس، لاہور 042-36309053

مرکزی دفتر: دار العرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال

ویب سائٹ سلسلہ عالیہ www.oursheikh.org

Ph:054-3562200, Fax: 054-3562198 Email:daruirfan@gmail.com

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں اس دائرے میں اگر کراس X کا نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہو گئی ہے۔

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل تفسیر

قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

اجمالاً تو جادو کا غلط ہونا تعلیماتِ انبیاء نے واضح کر دیا تھا مگر جادو کی قسمیں اور باریکیاں اور اس کے مروّج الفاظ سے بحث انبیاء کا منصب ہی نہ تھا اور فرشتے جو کارخانہ تکوین میں ہر کام بجالاتے ہیں۔ اللہ نے ان کو مقرر فرمایا کہ انبیاء صرف تشریعی امور بجا لاتے اور مظہر ہدایت ہوتے ہیں مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تو فرمایا کہ جوا حرام ہے اور اس کی وجہ بھی ارشاد ہوئی کہ نقصان یقینی اور نفع موہوم ہو تو یہ جوا ہوگا جو کہ تاش کے پتوں پہ یا کسی اور چیز سے کھیلا جاتا ہے۔ مگر ان جزئیات سے بحث کرنا گویا جوئے کے مختلف طریقے بیان کرنا ہے جن کو سن کر کوئی بدباطن جوا شروع کرسکتا ہے کہ طریقہ تو اس نے سن ہی لیا۔ سو یہ بات نبی کی شان کے لائق نہیں اسی طرح جادو کی جزئیات بیان کرنا بھی کسی نبی کو زیب نہیں دیتا تھا۔ اس لئے یہ کام اللہ نے فرشتوں سے لیا اور ہاروت و ماروت دو فرشتے نازل فرمائے جن کے فرشتہ ہونے پر دلائل قائم کر دیئے گئے جیسے نبی کی نبوّت کے اثبات کے لئے معجزات۔ اور انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا کہ یہ علم نہ سلیمان علیہ السلام کا ہے اور نہ انبیاء کو زیب دیتا ہے۔ یہ سب شیطانی جادو ہیں اور ان سے بچو نیز جادو کی جزئیات بھی بیان کیں کہ کیا کرنے سے کیا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ جو اشتباہ اور التباس معجزات اور شعبدہ میں پیدا ہو چلا تھا اُسے بھی ظاہر فرمایا کہ جادو اور سحر کسی جن یا شیاطین یا اسی طرح کی مخلوق کا عمل ہوتا ہے۔

اداریہ

عشق مصطفی

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (سورۃ نساء:80)

ترجمہ: جس نے پیغمبر کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جو شخص روگردانی کرے تو ہم نے آپ کو اُن پر نگران بنا کر نہیں بھیجا۔

لفظ عشق، مرکب تو مختصر حروف کا ہے لیکن معانی میں بہت وسعت کا حامل ہے۔ عشق ! یعنی الفت، محبت، پیار، چاہت ! مگر ایسی کیفیت جو بے اختیار کر دے۔

آج جب میں عشق مصطفی پہ بات عرض کرنا چاہوں تو پہلے مجھے اس لفظ کے مفاہیم سے بڑھ کر اس کی حقیقت پر بات کرنا ہوگی۔

بحیثیت مسلمان یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ شب و روز کا تغیر و تبدل، موسموں کا آنا جانا، زمین کا وجود اور اس پر طرح طرح کے تغیرات، موت و حیات کا وارد ہونا، سورج، چاند، ستارے، یہ سارا عالم خلق محض اتفاق نہیں بلکہ خالق کی طرف سے مخلوق کے لیے دار العمل ہے۔ جن و انس مکلف مخلوقات ہیں اور انسان کی تخلیق کو اللہ پاک نے اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ارشاد فرمایا۔ اس کے وجود میں عالم خلق اور عالم امر، دونوں سے آمیزش ہے۔

دین اسلام اس کی زندگی سے نکال دیں تو عالم خلق کے تخلیقی عناصر حاوی ہو جائیں گے پھر اسے چاہے نفس کہیں، لالچ یا خواہشات یہ ہر پہلو سے انہی کے حصول میں کوشاں ہوگا۔ پھر عشق بھی سودا ہوگا اور محبت بھی تجارت کیونکہ دنیا صرف اور صرف حاصل کرنے کا نام ہے لیکن جب انسانی زندگی دینِ اسلام سے مزین ہوگی تو اس کے وجود میں عالم امر کا حصہ مضبوط ہوگا۔ پھر اس کے عشق میں سچائی ہوگی، لینے کو نہیں دینے کو بڑھے گا۔ دنیا کو دار العمل سمجھے گا، اپنا مسکن نہیں کیونکہ دنیا لینا سکھاتی ہے اور اسلام دینا۔ دنیا انا دیتی ہے اور اسلام ذات مٹا دیتا ہے۔ دنیا کا عشق خواہشات کا حصول ہے اور اسلام خواہشات کو بھی اللہ کی رضا کا طالب بنا دیتا ہے۔

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

(حضرت حسان رضی اللہ عنہ)

(آپؐ ہر عیب سے مبرا پیدا کیے گئے ہیں۔ گویا آپ جیسے چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کیے گئے ہیں)

اور جب بات ہوگی عشق مصطفی ﷺ کی تو یقیناً معیار وہ ہوگا جو اللہ کریم کا عطا کردہ ہے ورنہ عشق و محبت بے معنی ہوں گے اور جب سورۃ الحجرات کی یہ آیت کریمہ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ...... تلاوت کی جائے تو وجود کانپ جاتا ہے کہ مخاطبین خلفائے راشدین ہیں، عشرہ مبشرہ ہیں، مہاجرین و انصار ہیں، اہل بدر ہیں اور جانے کیسی کیسی خیر القرون کی عظیم ہستیاں رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جو آپ ﷺ کے حضور کچھ بھی عرض کرنے سے پہلے ماں باپ کا قربان ہونا عرض کرتے ہیں۔ جن کی زندگیوں کا ماحصل آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ صحابہ کرامؓ وہ جماعت ہیں کہ جن کا نبی کریم کا خدام ہونا نصِ قرآن سے ثابت ہے۔ تورات و انجیل میں بیان ہے گویا آقائے نامدار ﷺ کا خدام ہونا بھی ازل سے طے ہے لیکن ! باری تعالیٰ نے گوارا نہیں فرمایا کہ نادانستہ بھی میرے حبیب کی آواز سے کسی کی آواز بلند ہو اور حقیقی عشق کے میدان میں اگر کوئی نشانِ منزل ہے تو وہ صحابہ کرامؓ کی جماعت ہے۔

صد وائے ! روزِ قیامت تک، ہوا پھر کسی سولی چڑھتے عاشق کا سلام محبوب کی بارگاہ تک نہ پہنچ پائے گی۔

ربیع الاول کی آمد ہے اور نبی اکرم ﷺ سے اظہار محبت کے لیے جگہ جگہ تیاریاں عروج پر ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اظہار محبت میں رواجات کا دخل نہ ہو، ذاتی پسند و ناپسند نہ ہو، ایک دوسرے کی ضد نہ ہو بلکہ یہ اظہار محبت، پورے خلوص سے آپؐ کے کامل اتباع کا پیش خیمہ ہو۔ درود شریف کثرت سے پڑھا جائے۔ محفل نعت اور سیرت پاک کی منعقدہ محافل میں مؤدبانہ شریک ہوں۔ عہد رفتہ کی غلطیوں پہ ندامت ہو اور آنے والے لمحات کے لیے اللہ پاک سے استقامت فی الدین مانگیں اور اپنے قلوب کو ذکر الٰہی سے روشن فرمائیں تا کہ اس فانی دنیا کی حقیقت تا دم مرگ عیاں رہے۔ وما توفیقی الا باللہ

آنکھ میری لے کے دیکھو، دیکھنا چاہو اگر
گلشنِ محبوب کی ابدی بہاروں کا سماں

(سیماب اویسی)

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔

طریقہ ذکر

ذکر شروع کرنے سے پہلے یہ تسبیحات پڑھیں: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ O اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ O أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ O اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O پھر ذکر شروع کر دیں طریقہ نیچے درج ہے۔

پہلا لطیفہ: مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد ورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے، چوتھے اور پانچویں لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اللہ دل میں اترے اور خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور جسم پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

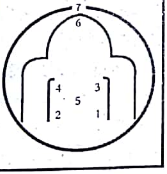

چھٹا لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتواں لطیفہ: ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ کہ رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔ ذکر کے بعد دعا مانگیں اور آخر میں شجرہ سلسلہ عالیہ پڑھیں جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

شجرہ مبارک

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

الٰہی بحرمتِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الٰہی بحرمتِ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

الٰہی بحرمتِ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت داوٗد طائی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ابوایوب حضرت محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمتِ ختم خواجگان خاتمہٗ مَن وخاتمہٗ حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ العالی بخیر گردان

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

کلامِ شیخ

شیخ المکرم شاعری فرماتے ہیں ان کے دو تخلص ہیں سیماب اور فقیر۔ شعری مجموعے درج ذیل ہیں۔

- گردِ سفر
- متاعِ فقیر
- آس جزیرہ
- کون سی ایسی بات ہوتی ہے
- دل دروازہ
- نشانِ منزل
- سوچ سمندر
- دیدۂ تر

درد

درد کا رشتہ ہے عجب رکھتا ہے جوڑ کر ہمیں
میری وفا بھی درد ہے تیری جفا بھی درد ہے

یاد خدا کا ہے اثر دل کا سکون ہے ضرور
ہوجائے گر نصیب یہ اس کا صلہ بھی درد ہے

آنکھوں میں درد بس گیا باتوں میں ایک درد ہے
دست سوال میں ہے درد لغزش پا بھی درد ہے

دھڑکنوں سے دل کی ہے زندگی رواں دواں
حق ہے مگر یہ بات بھی دل کی ضیا بھی درد ہے

درد ہے درد کی دوا، درد ہے درد کا علاج
اس سے ملے شفا اگر اس کی شفا بھی درد ہے

صدمے ہزار دے گئی کوچے میں تیرے لے گئی
جس کے اسیر ہم ہوئے وہ صدا بھی درد ہے

اے دل کہیں ڈھونڈ لے مرد فقیر کو ذرا
قوم کو جو وہ دے سکے اس کی دوا بھی درد ہے

(دیدۂ تر سے ماخوذ)

اقوالِ شیخ

(1) قرآنِ کریم ہر اس وجود کو مردہ کہتا ہے جو اللہ کے نور سے نا آشنا ہوتا ہے۔ (اکرم التفاسیر، جلد:3، ص:195)

(2) کوئی کسی کے کام نہیں آ سکتا۔ سب کے کام وہ مالک الملک کرتا ہے۔ ساری دنیا کا نظام وہ اکیلا چلا رہا ہے۔
(المرشد، مارچ 2012ء، ص:40)

(3) ذکر اللہ کی بدولت ارواح دنیوی زندگی میں بھی اجسام پر غالب آتی ہیں۔ (کنز الطالبین:224)

(4) اللہ ناراض ہوں تو برائی بھلی لگنے لگتی ہے اور یہ اللہ کا عذاب ہے۔ (اسرار التنزیل، جلد:5، ص:309)

(5) یہ اصول ہے کہ اگر کوئی محض بدن ہی کی پرورش پہ لگا رہے تو روح کمزور ہوتی چلی جاتی ہے۔
(کنوزِ دل:134)

(6) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ومرتبہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کو اختیار کیا وہ دین ہو گئی۔
(کتابچہ: تصوف کا حاصل، ص:7)

(7) اگر ہم نے عملاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اختیار نہ کی تو مصیبتیں ہم سے ٹل نہیں سکتیں۔
(پمفلٹ سبائی تحریک اور سانحہ کربلا، ص:27)

(8) صوفی کی زندگی کم از کم ایسی ہونی چاہیے کہ جس لمحے موت آجائے وہ اس کے لیے تیار ہو۔ (اجتماع: ص:24)

(9) یہ دنیا وہ شمع ہے جو جمالِ باری کے سامنے رکھی ہے، انسان پروانہ ہے۔ اب اسے اگر وہ رخِ باری کے انوارات نظر آئیں تو دنیا چھوڑے۔ (المرشد، ستمبر 2012ء، ص:6)

(10) کمالِ انسانیت یہ ہے کہ بھرپور خوبصورت اور معتدل زندگی گزاری جائے جس میں ایک ترتیب، ایک معیار اور ایک حسن جھلکتا ہو اور یہ سب کچھ ربِ جلیل کو راضی کرنے کے لیے کیا جائے۔ (غبارِ راہ:121)

(11) حق یہ ہے کہ جب تک اجزائے بدن ذاکر نہ ہوں تب تک کم از کم اس پر سے غفلت نہیں جاتی۔
(محافلِ شیخ، ص:76)

(12) یاد رہے کہ نفع کی اُمید پر یا نقصان کے خوف سے کسی کی اطاعت یا اظہارِ عجز ہی عبادت کہلاتا ہے۔
(اسرار التنزیل، جلد:3، ص:155)

ماہانہ بیان

10 ستمبر 2017ء

ہمارا کردار

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ o اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ o وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ o وَقَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ o وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ o (المائدہ: آیات 44 تا 47)

میں نے سورۂ مائدہ کی کچھ آیات تلاوت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ میں صرف اس کا سادہ سا ترجمہ کروں گا، فیصلہ آپ کو خود کرنا ہوگا لیکن اس سے پہلے میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اصول یہ ہے کہ مسجد میں دنیا کی بات کرنا حرام ہے۔ خواہ آپ سرگوشی میں کریں، خواہ آپ شور کر کے کریں تو کئی اجتماعات سے میں سن رہا ہوں۔ جیسے ہی دروازہ کھولتا ہوں تو پوری مسجد میں مکھیوں کی بھنبھناہٹ چھائی ہوتی ہے۔ ہر کوئی بات کر رہا ہوتا ہے پھر مجھے دیکھ کر چپ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر کرتے رہیں۔ جو کام آپ اللہ کے سامنے، اللہ سے ڈر کر نہیں بند کرتے تو میرے سامنے بند کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ میں بھی آپ ہی کی طرح کا ایک انسان ہوں۔ پھر دہرا دوں کہ مسجد میں دنیوی بات کرنا حرام ہے۔ میرے پاس المرشد میں سوال آیا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ساری باتیں مسجد ہی میں ہوتی تھیں۔ سارے سیاسی امور بھی مسجد میں نمٹائے جاتے تھے۔ جنگ وجدل کی، صلح کی ساری باتیں یہیں ہوتی تھیں تو پھر مسجد میں باتیں کرنے کی ممانعت کیسے؟ یاد رکھو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کرتا ہے وہ دین ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کرتے تھے وہ دین ہے، وہ دنیا نہیں ہے۔ ہم نبی نہیں ہیں، ہمیں اتباع کرنا ہے، ایک بات۔ دوسری بات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے سارا دین کے بارے میں ہوتا تھا۔ جو صحابہؓ عرض کرتے تھے، سارا دین کے بارے تھا۔ جو سوال کرتے تھے، دین تھا۔ آج تک ہماری راہنمائی انہی سوالوں سے ہوتی ہے۔ بات کرتے تھے تو احکامِ شریعت کے مطابق کرتے تھے۔ جہاد، امورِ سلطنت، اللہ کے قانون کے مطابق نمٹانا یہ دنیا نہیں، یہ دین ہے۔ خود کو اس جگہ نہ لے جاؤ، اپنی حیثیت دیکھو۔ ایک دیا جو وہ بھی بجھا ہوا ہو وہ یہ کہے کہ سورج ایسا

کرتا ہے، میں بھی کروں گا۔ ذات کا دیا ہوا اور وہ جل بھی نہ رہا ہو اور وہ سورج کے ساتھ اپنی مثال جوڑے۔

دوبارہ کہہ رہا ہوں سمجھ لو کہ باتیں کرنی ہیں تو باہر جا کر باتیں کرلو، پھر آجاؤ۔ یہاں کرنی ہیں تو ذکر کے بارے کرو، لطائف کا پوچھو۔ کسی سے مراقبات کا پوچھو۔ جو شرعی مسئلہ پوچھنا ہے، سب جائز ہے، دنیا کی بات حرام ہے۔ آپ کب آئے، کس وقت جانا ہے، کس سواری پہ آئے ہو، کوئی سیٹ ہے تمہارے پاس؟ یہ سارا حرام ہے۔ خواہ آپ سرگوشیوں میں کریں خواہ آپ بلند آواز میں کریں تو اپنے آپ کو سنبھالیں۔ مسجد میں آئیں تو دنیا باہر رکھ کر آئیں۔ ٹیلی فون مسجد سے ہو رہے ہیں، موبائل مسجد میں سنے جا رہے ہیں، Facebook مسجد میں پڑھی جا رہی ہے۔ یہ سب حرام ہے، کوئی روکے نہ روکے۔ حد یہ ہے کہ مسجد نبوی سے بیٹھ کر سیلفیاں بھیجی جا رہی ہیں۔ یہ خیال ہی نہیں کہ ہم کس کی بارگاہ میں بیٹھے ہیں؟ کیا حیثیت ہے ان حکمرانوں کی بارگاہِ رسالت کے مقابلے میں۔ پھر بھی وہاں دیکھیں ڈپٹی کمشنر چھوٹا سا ایک پرزہ ہے حکومت کا۔ ضلع کا ایک Head ہے۔ کیا اس کے دفتر میں بیٹھ کر گھر سیلفی بھیج سکتے ہیں؟ جرأت کریں گے کہ یہ دیکھیں یہ ڈی سی صاحب بیٹھے ہیں، یہ میں بیٹھا ہوں، دوستوں کو بھیجوں؟ تو مسجد نبوی سے بھیجنے کی جرأت کیوں کرتے ہیں؟ بیت اللہ سے بھیجنے کی جرأت کیوں کرتے ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو یہ ادراک ہی نہیں، آپ کے لیے ایک کوٹھا ہے، اوپر غلاف ہے، اللہ اللہ خیر صلا، اور وہاں کچھ بھی نہیں۔ مسجد نبوی میں سیلفیاں بھیجنے والوں کے تصور میں ایک مقبرہ ہے اور مسجد ہے، اور کیا ہے۔ سیلفیاں بناؤ اور فوٹو بناؤ، بھیجو۔ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوں، کوئی بندہ وہاں جائے، کیا وہ سیلفی یا فوٹو بنائے گا؟ شرعاً روضہ اطہر کا آج بھی وہی ادب ہے جو دنیوی زندگی میں بارگاہِ رسالت کا تھا۔ قبر اطہر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں، یہ اور بات کہ عالم بدل گیا، دنیوی زندگی نہیں ہے۔ اس پر دنیا کے احکام وارد نہیں ہوں گے۔

موسم برزخ کا ہوگا۔ گرمی سردی، دن رات وہ برزخ کے ہوں گے، دنیا کے نہیں۔ عالم بدل گیا، زندگی نہیں بدلی۔ یہ مساجد بھی تو اللہ کا گھر ہیں۔ جسے بات کرنی ہو، مجبوری ہو، ساتھی کو لے کر دروازے کے باہر چلا جائے، بات کرلے پھر آجائے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت ٹیلیفون بند کردیں، آف کردیں۔ باہر جا کر بات کرلیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آئندہ میں آؤں یا نہ آؤں۔ میں ہوں یا نہ ہوں۔ مسجد مین کوئی شخص دنیا کی باتیں نہیں کرے گا اور یہ آپ کے اپنے لیے ضروری ہے ورنہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ آپ کا یہ آنا جانا سیر سپاٹا رہ جائے گا، حاصل وصول کچھ نہیں ہوگا۔ تو کم از کم اپنی محنت کا تو خیال رکھنا چاہیے۔

ان آیاتِ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ یہود ایک مقدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ وہ جانتے تھے کہ اس کا فیصلہ ان کی کتاب میں موجود ہے، ان کے درمیان ان کے علماء موجود تھے لیکن یہ مقدمہ لانے والے خود مجرم تھے۔ انہوں نے کسی کو قتل کردیا پھر سارے ثبوت مٹا دیئے۔ وہ یہودی جانتے تھے کہ اپنے علماء کے پاس جائیں گے تو بڑی سخت سزا پائیں گے۔ اس لیے فیصلہ کیا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاتے ہیں۔ مقدمہ جب پیش کیا تو وحی الٰہی آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایئے کہ تم میرے پاس کیوں آتے ہو؟ تمہارے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے۔ علماء تمہارے اپنے ہیں۔ پھر ارشاد ہوا اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو آپ چاہیں تو ان میں فیصلہ کردیں یا ان کو ٹال دیں۔ اور اگر آپ ان کو ٹال دیں تو وہ آپ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ان کا جو عقیدہ ہے یہ اُدھر جائیں۔

فرمایا ہم نے تورات نازل فرمائی۔ فِيهَا هُدًى جو بھرپور ہدایت تھی، اس میں کوئی کمی نہیں تھی۔ اس میں وَّنُوْرٌ وہ دلوں کا نور تھا، دلوں کی روشنی تھی۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا

(المائدہ:44) لیکن یہ ہدایت اور نورانبیاء کے ذریعے تقسیم ہوئے۔ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے، جو تسلیم کرتے، جو مسلمان ہوتے۔ یاد رکھیں! آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبیؑ نے جو دین سکھایا وہ اسلام تھا۔ اُس عہد کا اسلام۔ ہر نبی نے جو دعویٰ کیا اس کلمہ کا پہلا جز ولا الہ الا اللہ تھا۔ آگے نبوت کا اعلان تھا آدم صفی اللہ، اسمٰعیل ذبیح اللہ، عیسیٰ روح اللہ، موسیٰ کلیم اللہ وابراہیم خلیل اللہ تھا۔ لیکن پہلا جز ولا الہ الا اللہ تھا۔ فرمایا، اپنے عہد میں اُس دور کی ضرورتوں کے مطابق انسانی ضرورتوں کے مطابق معاشرے کی ضرورت کے مطابق جو بھی کتاب نازل کی گئی اُس عہد کا مکمل جواب اس میں موجود تھا۔ پھر اس میں کیفیات، انوارات، نورانیت تھی۔ لیکن یہ سب کچھ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہی بٹتا تھا۔ جو قبول کرتا، دامنِ نبوت تھامتا اسے ہدایت بھی نصیب ہوتی، کیفیاتِ قلبی بھی اور وہ نور بھی نصیب ہوتا۔ لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ (المائدہ:44) تمام اہلِ کتاب کے لیے، یہود کے لیے اوران کے بڑے بڑے علماء کے لیے اور بڑے بڑے پارساؤں کے لیے یہی بنیاد تھی یعنی کوئی دین الگ نہیں ہوتا کہ ایک بڑا ولی اللہ ہے تو اس کا مذہب الگ ہے، کوئی چھوٹا ولی ہے تو اس کا الگ ہے، اگر ایک عام آدمی ہے تو اس کا مذہب الگ ہے، نہیں۔ وہی احکام شریعت، وہی عقیدہ سب کچھ وہی ہوتا ہے، ماننے کی کیفیت الگ ہوتی ہے۔ اس پر عمل کرنے، اتباع کرنے کی کیفیت الگ ہوتی ہے۔ اس میں وہ بازی لے جاتے ہیں ورنہ سارے علمائے ربانی بھی، نیک اور پارسا لوگ بھی، صاحب علم بھی، دین سب کا ایک ہے۔ جیسے آج دین سب کا ایک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہر مسلمان کے لیے یہی ہے لیکن لوگوں میں سے کچھ علماء بن جاتے ہیں، کوئی صلحا ہو جاتے ہیں، کوئی کسی درجے پر پہنچ جاتا ہے کوئی کسی درجہ پر۔ یہ اپنا اپنا خلوص اور خلوص کے ساتھ محنت ومجاہدہ ہے۔ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ (المائدہ:44) جتنا جتنا کسی نے اللہ کی کتاب کی حفاظت کی۔ ہمارے ہاں اس پر بڑی بات کی جاتی ہے، دین کی حفاظت، قرآن کی حفاظت۔ تو حفاظت کیا ہے؟ بندوق لے کر پہرہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگوں کو بموں سے اُڑا کر اسلام کو بچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دین اس کا محتاج نہیں، جو آپ کے مطابق نہ سوچے اسے گولی ماردو۔ اس کے گھر جا کر بم پھوڑ دو۔ اس کی مسجد میں آگ لگا دو۔ اس کے عبادت خانے کو گرا دو۔ یہ دین نہیں ہے، اس طرح دین کی حفاظت نہیں ہے۔ دین کی حفاظت کیا تھی؟ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ کی کتاب میں جو احکام تھے، دل و جان سے مان کر ان پر عمل کرتے ہیں جو عقیدہ درست کر لیتا ہے اور عمل شریعت کے مطابق کرتا ہے وہ حفاظت کا حق ادا کرتا ہے۔ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ وہ اس پر گواہ ہوتے تھے۔ یہ بھی سمجھنے کی بات ہے۔ گواہی کا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کے سامنے کہتے رہتے تھے یہ حق ہے۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ انہیں دیکھ کر ان کی بات سن کر ان کا کردار دیکھ کر پتا چلتا تھا یہ شخص اس عقیدے کو مانتا ہے۔ یہ مسلمان ہے۔ ان کا حلیہ، ان کے تعلقات، ان کا کاروبار، ان کی تجارت، ان کی ملازمت، ان کی ناراضگی، ان کی رضامندی جب نظر آتی تو پتا چلتا تھا یہ کسی عقیدے پہ قائم ہے۔ یہ اس عقیدے کی حفاظت کر رہا ہے۔ اس کا حق ادا کر رہا ہے، یہ مسلمان ہے۔ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کا قانون ہے کہ برزخ سے واپس دنیا میں کوئی نہیں آتا۔ یہ اس کا نظام ہے کہ سب آگے آگے جا رہے ہیں۔ عالم امر سے پشت پدر میں آئے تھے، شکم مادر میں رہے، دنیا میں آئے پھر قبر میں گئے، برزخ میں پہنچے، میدانِ حشر میں اُٹھیں گے اور جنت میں یا دوزخ میں ٹھکانہ ہوگا۔ یہ اللہ کا نظام ہے کہ ہر کوئی اُدھر جا رہا ہے۔ برزخ سے واپس کوئی نہیں آتا لیکن اگر آج اللہ کریم چند صحابہ کرامؓ کو واپس دنیا میں بھیج دیں، وہ ہمیں دیکھیں تو پریشان ہو جائیں گے کہ ہم مسلمان ہیں یا یہ مسلمان ہیں! ہم دین سے اتنے دُور جا چکے ہیں کہ صحابہ کرامؓ حیران ہو جائیں گے کہ اگر یہ مسلمان ہے تو اس کا ہمیں تو پتا نہیں اور اگر ہم

مسلمان ہیں تو یہ تو اسلام سے بہت دُور جا چکے ہیں۔

دین کی حفاظت کے لیے بندوق کی ضرورت نہیں ہے۔ تلوار کی ضرورت نہیں ہے۔ بم چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بندے قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنا نظریہ، عقیدہ، زبان، عمل، دل اور خیال دین پر جم جائے۔ یہ پہرہ داری ہے، حفاظت ہے دین کی۔

وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ گواہ تھے دین پر یعنی ان کا اُٹھنا، بیٹھنا، جاگنا، سونا، ان کا حلیہ اور لباس، جنگ صلح یہ گواہی تھی دین پر کہ ہم اس عقیدے پر ہیں۔ بندہ دوسری تہذیب میں کیوں جاتا ہے؟ اپنی تہذیب کو چھوڑ کر غیروں کی کیوں اپناتا ہے؟ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم اپنے بچے کا مسلمانوں جیسا حلیہ نہیں بناتے۔ انگریزوں جیسا بنانا پسند کرتے ہیں؟ کیوں ہم اپنا حلیہ اغیار جیسا بنانا پسند کرتے ہیں، کیوں ہم ان سے مرعوب ہیں؟ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ وہ بہت اعلیٰ ہیں ہم بڑے کمتر ہیں؟ ہم یہ سمجھتے ہیں جو لباس، جو حلیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا یہ تو کمزوری کی دلیل ہے اور وہ اغیار والا بہتر ہے۔ وہ والا حلیہ بناؤ بچوں کو بھی ویسا بناؤ، ان کے بال ویسے کاٹو، بچپن سے Grooming شروع ہوتی ہے پھر بچے جب بڑے ہوتے ہیں تو ویسے ہی بنے ہوتے ہیں، بچوں کو تو چھوڑ دو ہماری تو بیٹیاں بھی ویسی بن گئی ہیں۔ نیم برہنہ، جس عورت کا لباس اتنا تنگ ہو کہ وجود کے اُتار چڑھاؤ سمجھ آ رہے ہوں اُسے شریعت مطہرہ میں بے لباس تصور کیا جاتا ہے۔ یہاں وہاں ہر جگہ چیتھڑے لگائے ہوں، ایسے لباس کا شریعت میں کوئی تصور نہیں۔

بڑے اہل اللہ دنیا سے اُٹھ گئے۔ بڑے بڑے علماء، مشاہیر چلے گئے، بھول گئے ہمارے پیر وہ بڑے بڑے بہادر جری شیر جوان بھلا دیئے۔ ٹی وی پر ایک فقرے کی خبر اس دن آتی ہے فلاں فوت ہو گیا، اچھا آدمی تھا بات ختم۔ یہ گانے بجانے والیاں تو ہماری جان ہی نہیں چھوڑتیں، ہر سال برسیاں منائی جاتی ہیں Birthday منائے جاتے ہیں مرنے کے برسوں بعد بھی، حالانکہ شرعاً تو حرام کرتی رہیں۔ عورت کا مردوں کے سامنے گانا حرام، گھنگرو باندھ کے ناچنا حرام، طبلے باجے سرنگیاں حرام، بے لباس ہونا حرام لیکن ہماری تو وہ قومی رہنما بن جاتی ہیں! کیا کریں، کہاں جا رہے ہیں ہم؟ ایک عرب شاعر نے کہا تھا:

إذا كان الغراب دليل قوم
سيهديهم الى دار الشراب

کہ کسی قوم کا راہنما اگر کوا بن جائے وہ کوے کے پیچھے چلنا شروع کر دے تو وہ انہیں وہاں لے جائے گا جہاں کتے مردار کھا رہے ہوں گے۔ کوے نے تو وہیں جانا ہے، ہم اگر ایسے لوگوں کو اپنا قومی سرمایہ، مثالی رہنما سمجھ لیں گے، یہ ہمیں وہیں لے جائیں گے جہاں کتے مردار کھا رہے ہوں گے۔ فرمایا لوگوں سے نہ ڈرو۔ مرعوب ہونا چھوڑ دو کہ ویسا لباس پہنوں۔ چھوڑو! انگریز کو، امریکہ کو چھوڑ دو، مجھے گولی کی طرح بات لگتی ہے جب ہمارا ٹی وی وہ الفاظ دہراتا ہے جو ہندوستان کا ٹی وی ہندی میں بولتا ہے۔ ہمارے ہاں ہے ناں کہ مجلس بلائی یا میٹنگ بلائی۔ انگریزی میں میٹنگ استعمال کرتے ہیں اُردو سے تو یہ بھاگتے ہیں یا پھر میٹنگ کہتے ہیں۔ اب کئی دنوں سے ٹی وی کہہ رہا ہے بیٹھک لگائی۔ کیوں کہہ رہا ہے؟ ہندی میں ایسا ہی کہتے ہیں۔ ہندوستان کے ٹیلی ویژن سے سن کر کہہ رہا ہے تو یہ غیور قوم جو کشمیر کی آزادی کی دعویدار ہے۔ ہندوستان کے ریٹائرڈ آرمی چیف سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے چھ سات لاکھ فوج کشمیر میں رکھی ہوئی ہے۔ چھ سات لاکھ کا تو ایک دن کا خرچ بھی بے حساب ہے، اتنے برسوں سے یہ وہاں پڑی ہے تو آپ اسے کس طرح پورا کرتے ہیں؟ خرچ کہاں سے آتا ہے؟ وہ کہتا ہے ہم پر کوئی بوجھ نہیں۔ ہندوستانی فلمیں اور ڈرامے جو پاکستان میں دیکھے جاتے ہیں ان سے اتنی آمدن ہو جاتی ہے کہ اصل سرمایہ اس فلمسٹار کو دے کر کچھ منافع دے کر باقی رقم ہم ادھر کشمیر کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ ان فوجوں کا خرچہ نکل آتا ہے، گویا کشمیریوں کو جو فوج قتل کر رہی ہے اس کے اخراجات ہم ادا

کر رہے ہیں۔ ہندوستانی فلمیں اور ڈرامے دیکھ کر، جن کے بغیر ہماری رات نہیں گزرتی، ہمیں نیند نہیں آتی۔ کبھی سوچا آپ نے! بظاہر ڈنڈے لے لو، گلی میں جلوس نکال دو، زندہ باد مردہ باد، کشمیر کو آزاد کردو، اندر انہیں سرمایہ دیتے رہو۔ وہاں بیٹھے انہیں مارتے ہو۔ کیا قوم ہیں ہم، کیا لوگ ہیں ہم، کیا ہمارا دین سے تعلق ہے، کیسے مسلمان ہیں؟

فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ لوگو میرا حیا کرو جو میں حکم دیتا ہوں وہ کرو، میری ذات سے ڈرو، لوگوں سے مرعوب ہونا چھوڑ دو، لوگوں نے تمہارا حساب نہیں لینا۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا میرے احکام کو معمولی سی دنیا کے بدلے مت بیچو۔ فتویٰ فروشی نہ کرو اور جو ایسا کرے گا۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ (المائدہ:44) جو لوگ احکام الٰہی کے علاوہ ہٹ کر کام کرتے ہیں حقیقتاً کافر یہی ہیں، یہی کفر کی نشانی ہے۔ اس آیت کریمہ کا نزول عقائد کے بارے ہے۔ جو عقائد میں خرابی کرتا ہے وہ دوسرے راستے کا مسافر ہے۔ کفار سے مرعوب ہوجانے سے ابتدا ہوتی ہے۔ جب ہم اللہ کے بجائے غیروں سے مرعوب ہوتے ہیں تو پہلے ان جیسا حلیہ بناتے ہیں پھر ان جیسے کردار اپنا لیتے ہیں۔ آخر عقیدہ بھی انہی جیسا ہوجاتا ہے۔ کچھ لوگ جانتے بوجھتے پیسے لے کر غلط فتویٰ بیچتے ہیں۔ احکام الٰہی کے خلاف ایک عام آدمی سے لے کر بڑے سے بڑے علامہ تک اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ فرمایا جو کوئی بھی ایسا کرتا ہے حقیقتاً کافر وہ ہے۔ عقائد میں، نظریات میں، خلافِ اسلام نظریہ رکھنا کفر ہے۔ ایک ہلکی سی بات بتادوں جو روزمرہ ہوتی ہے، جو لوگ سود کو جائز سمجھ کر کھاتے ہیں، یہ کفر ہے۔ جو لوگ سود کھاتے ہیں اور برملا کہتے ہیں یہ حرام ہے۔ میں حرام کھا رہا ہوں وہ گنہگار ہے۔ جو یہ کہہ کر کھاتا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں وہ کافر ہے، عقائد اسلامی کے خلاف کام کرنا اور اسے جائز کہنا یہ کفر ہے۔ ناجائز کام کو عقیدتاً ناجائز مان کر کر لینا یہ گناہ ہے۔ اسی کام کو صحیح سمجھ کر یا صحیح کہہ کر کرنا کفر ہے۔ فرمایا، جو ایسا کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔ کافروں کے ماتھے پہ لکھا ہوا نہیں ہوتا، نہ ان کی دُم نکل آتی ہے نہ ان کے سینگ نکل آتے ہیں، اسی معاشرے کے ہی لوگ ہوتے ہیں، کردار سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ نے تو قوموں پہ چسپاں کردیا، ہندو کافر ہے، سکھ کافر ہے، یہودی کافر ہے، فلاں کافر ہے فلاں کافر ہے۔ افراد کافر نہیں ہیں کردار کافر ہے خواہ جس کا بھی ہو، وہ نظریہ جس کا بھی ہو، وہ اپنے آپ کو ہندو کہتا ہے یا مسلمان کہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو عیسائی کہتا ہے یا مسلمان کہتا ہے۔ یہودی کہتا ہے یا مسلمان کہتا ہے، بدھ مت کہتا ہے یا مسلمان کہتا ہے۔ اس بات کو چھوڑو، عقیدتاً ماننے کی حد تک جو حرام کو حرام نہیں سمجھتا وہ کافر ہے، بات ختم ہوگئی۔ کوئی ضروری نہیں کہ کس خاندان کا ہے یا کس قوم کا ہے؟ جس کا بھی ہے تو عقیدے کے معاملے میں جو خلافِ سنت جائے گا یہ کفر ہے۔

جو عقائد میں خرابی کرتا ہے وہ دوسرے راستے کا مسافر ہے۔ کفار سے مرعوب ہوجانے سے ابتدا ہوتی ہے۔ جب ہم اللہ کے بجائے غیروں سے مرعوب ہوتے ہیں تو پہلے ان جیسا حلیہ بناتے ہیں پھر ان جیسے کردار اپنا لیتے ہیں۔ آخر عقیدہ بھی انہی جیسا ہوجاتا ہے۔

دوسری بات، فرمایا ہم نے وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (المائدہ:45) ہم نے کچھ حدود متعین کردیں۔ حکومتیں ادارے، عدالتیں صرف ثبوت تلاش کریں گے۔ فیصلہ نہیں دیں گے، فیصلہ ہم نے دے دیا۔ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور اگر کسی نے کسی کو زخم لگائے ہیں تو وہ اس کا قصاص دے گا۔ یہ فیصلے ہو چکے، انہیں حدود کہتے ہیں۔ یہ فیصلے کوئی عدالت،

کوئی مجسٹریٹ، کوئی کورٹ، کوئی سپریم کورٹ، کوئی معاشرہ، کوئی حکومت، کوئی بادشاہ نہیں کرے گا۔ کسی نے کوئی بندہ قتل کر دیا۔ جرم ثابت ہو گیا اس نے قتل کیا اسے قتل کیا جائے گا، کسی نے کسی کی ناک کاٹ دی، ثابت ہو گیا، ناک کاٹ دی جائے گی، کسی کا کان کاٹا، ثابت ہو گیا کان کاٹا جائے گا۔ دانت توڑ دیا ثابت ہو گیا، دانت توڑا جائے گا۔ کسی کو زخمی کیا، ثابت ہو گیا اس کا قصاص لیا جائے گا۔ خواہ دُرے مارے جائیں، سزا قید کیا جائے جرمانہ کیا جائے، قصاص لیا جائے گا۔

جس نے فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ جس نے اس کی تصدیق کی یعنی جس نے اس پر عمل کیا گناہ ہو گیا تھا اس کی سزا مل گئی وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا۔ آخرت میں اس گناہ کی باز پرس نہیں ہو گی، کسی کا کان کاٹا تھا، عدالت نے اس کے بدلے میں کان کاٹ دیا۔ کان کاٹنے کے گناہ کا کفارہ ہو گیا پھر اس سے باز پرس نہیں ہو گی۔ فَمَنْ تَصَدَّقَ جس نے اس کی تصدیق کی۔ تصدیق سے یہ مراد نہیں ہے کہ عمل نہ کرے اور کہے میں مانتا ہوں، میں مانتا ہوں، نہیں۔ جس نے اس پر عمل کر کے اس کی عملاً تصدیق کی، اس کا کفارہ ہو جائے گا اور جو اللہ کے حدود کے مطابق فیصلے نہیں کرتے یہی بہت بڑے ظالم ہیں۔ یہاں بھی ایمان ظلم کی لپیٹ میں آجاتا ہے کفر بھی اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمٰن: 13) سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ تو میں عدلیہ کی خدمت میں بھی عرض گزار ہوں کہ جو فیصلے آپ محض انگریز کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق کرتے ہیں اور حدود الٰہی کے خلاف ہوتے ہیں وہ ظلم ہے، آپ اس بات پہ خوش ہیں کہ آپ عدل کر رہے ہیں۔ عدل وہ ہے جو اللہ نے متعین کیا ہے، جو اسلام نے مقرر کیا ہے۔ آپ کا قانونِ عدالت قرآنی نہیں ہے اور غیر اسلامی طریقے سے غیر شرعی طریقے سے جو آپ سزائیں دے رہے ہیں، قید کر رہے ہیں، پھانسی لگا رہے ہیں، یہ قتل ہے اور معذرت کے ساتھ قرآن آپ کو ظالم کہہ رہا ہے، یہ صرف عدلیہ پر موقوف نہیں، ہم خود بھی جو فیصلے کرتے ہیں۔ ہمارے فیصلے کیا ہیں؟ جو ہم کام کرتے ہیں وہ ہمارے فیصلے ہیں۔ ہمارا فیصلہ لکھ کر کوئی نہیں مانتا، ہمارا کردار ہمارے فیصلے ہیں۔ جہاں حدودِ شرعی کو ہم پھلانگتے ہیں یہ ظلم عظیم ہے۔ ظلم ہے، ظلم ہے، ظلم ہے۔ پہلا عقائد ایمانیات، پھر حدود، تیسرا درجہ تعزیرات کا۔ تعزیرات اس سزا کو کہتے ہیں جس کی تعیین اللہ کریم نے اس عہد کے علماء مجتہدین، صاحب حکمت لوگوں کے سپرد کر دی یعنی چھوٹے چھوٹے جرائم جن کی سزا عدالت کا قاضی دے سکتا ہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (المائدہ: 46) انبیاء کی تائید میں ان ہی عقائد ونظریات کو مضبوط کرنے کے لیے وہی معاشرہ قائم کرنے کے لیے ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ (46) اللہ کی پہلی کتابوں کی انہوں نے تصدیق فرمائی۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (46) اور انہوں نے نورِ ہدایت تقسیم کیا اور جنہوں نے اللہ کریم سے تعلق جوڑا انہیں اس کا راستہ اور طریقہ بتا دیا۔ وعظ کیا ہوتا ہے؟ بندے کو اللہ سے جڑنے کا سلیقہ بتانا۔ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (المائدہ: 47) اور اہل انجیل کو بھی، پہلی کتابوں کو ماننے والے ہمارے پاس دو طبقے ہیں یہود اور عیسائی۔ انہوں نے عقائد و نظریات بدل دیئے۔ کتابوں میں تحریف کر دی، یہ انہیں زیب نہیں دیتا تھا۔

تعزیرات میں جو غلطی کرے گا۔ شریعت کے مطابق، قانونِ شہادت نہیں بنائے گا، شرعی ثبوت قوانین کے مطابق نہیں دے گا پھر شرعی حدود کے اندر سزائیں نہیں دے گا وہ بہت بڑا گنہگار ہے۔ اللہ اللہ! ہم کہتے ہیں اسلام نافذ کرو، اسلام نافذ کرو، جلوس جلسے، شور شرابا، کروڑوں روپے ایک جلسے پر خرچ ہوتے ہیں، تو اسلام کیسے نافذ

ہوگا؟ اپنے اپنے ملک پر جس پر اس کی حکومت ہے ہر کوئی نافذ کرے، یہ چار ساڑھے چار ہاتھ کا میرا وجود میری سلطنت ہے، میری ریاست ہے اس پر میرا حکم چلتا ہے۔ اس پر میں نافذ کروں، آپ کا وجود آپ کی حدوں میں آتا ہے اس پر آپ کریں، ہر کوئی کہتا ہے حکومت کرے، آپ خود کیوں نہیں کرتے؟ اگر یہ پچیس کروڑ عوام اپنے آپ پر نافذ کرلیں، اس میں دو فیصد طبقہ حکمران ہے اٹھانوے فیصد محکوم ہیں، اٹھانوے فیصد اسلام اپنالیں دو فیصد کے رہنے کی گنجائش نہیں ہوگی۔ یا اسلام اپنائیں گے یا یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ ملک پر اسلام نافذ ہوجائے گا۔

ٹی وی پروگرام المرشد میں کسی نے ارشاد فرمایا تھا کہ دعا فرمائیں اسلام نافذ ہوجائے۔ میں نے کہا اگر دعاؤں سے نافذ ہونا ہوتا تو ہمارے تبلیغی بھائیوں کی دعاؤں سے ہو چکا ہوتا۔ سارا دن، ساری رات، قوم کا ایک بڑا حصہ دعائیں ہی کرتا رہتا ہے، ہوتا تو کچھ نہیں! کرنے سے ہوگا، اپنے وجود کے ملک پہ نافذ کرو یہ تو کرسکتے ہو۔ ان شاء اللہ بڑے ملک پہ بھی ہوجائے گا۔

میں نے تین درجے عرض کیے ہیں۔ عقائد، حدود، تعزیرات اپنے آپ پر نافذ کرو۔ عقیدہ خالص، عمل حدود الٰہی کے اندر، بھول چوک سے احتیاط اور اگر آپ لوگ جو ذکر الٰہی کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ تجلیاتِ باری کے طالب ہیں جن میں سے ہر بندے کی آرزو ہے کہ پندرہ سو سال دُور بیٹھ کر میری روح بارگاہِ رسالت میں پہنچے اور مجھے شرفِ باریابی نصیب ہو اور میری روحانی بیعت ہوجائے۔ ان کا یہ عالم ہے کہ دس منٹ مسجد میں مسجد کے آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے، دنیوی باتیں کرنے سے باز نہیں آتے، عملی زندگی میں اسلام کی حفاظت کہاں کرتے ہیں؟ میں تو یہ کہوں گا کہ اس عہد کے ہم پارسا ہیں، اپنے آپ کو بڑا پارسا سمجھتے ہیں، اگر یہ حالت پارساؤں کی ہے تو دنیا داروں کی حالت کیا ہوگی! خدا کے لیے، خدا کے لیے، اپنی اصلاح کریں۔ احکام شریعت کو سیکھو، مانو، عمل کر کے دکھاؤ۔ ایک بندے کے لیے Pin Drop Silence ہے، اللہ کے لیے کیوں نہیں ہوتا؟ میں تو تمہارے جیسا ہوں، شاید میرے گناہ تم سب سے زیادہ ہوں، تو میرے آنے پہ آپ چپ ہوجاتے ہیں۔ اللہ کریم تو ہر وقت موجود ہے۔ مسجد میں آئیں، بیٹھ کر مراقبہ کریں، ذکر کریں، تلاوت کریں، کوئی دینی بات پوچھنی ہے پوچھیں، بتانی ہے بتائیں، مر جائیں لیکن دنیا کی بات نہ کریں۔ ابھی مجلس برخاست ہوگی۔ کہیں نہیں جارہی دنیا، بھاگی نہیں جارہی۔ ادب و احترام سے بغیر شور کیے، سکون کے ساتھ آرام سے باری باری نکل جائیں۔ اگر آپ دھکے لگائیں گے، شور کریں گے تو بھی مسجد سے باہر ہی جائیں گے اور کون سا قلعہ فتح کریں گے؟ مسجد کا ادب ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے آرام کے ساتھ کچھ بزرگوں کا لحاظ کرتے ہوئے، کوئی بزرگ آدمی ہے اسے پہلے جانے دیں۔ کیا فرق پڑتا ہے؟ میرے بھائی! سارا سلوک محتاج ہے شریعت کا۔ عملی زندگی میں اگر شریعت نافذ نہیں کرتے تو کرتے رہو ذکر بھی کرتے رہو، کچھ نہیں حاصل۔ لوہے پر سونا چڑھاتے رہو، ذرا سی تپش لگی سونا اُتر جائے گا، لوہا سونا نہیں بنے گا۔ اپنے آپ کو سونا بناؤ، سونے کے غلاف نہ چڑھاؤ۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین ٥

دعائے مغفرت

1- شاہکوٹ ضلع ننکانہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی سلطان محمود عالم صاحب
2- لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی افتخار احمد صاحب
3- ملتان سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی راؤ سجاد صاحب کی والدہ محترمہ۔

سورۃ الاحزاب

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

کمال ایمان اور ضعفِ طبعی میں تنافی نہ ہونا:

قولہ تعالیٰ: وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا (الاحزاب:10)

ترجمہ: جب آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے۔

''زیغ ابصار سے مراد حیرت و دہشت اور بلوغ القلوب الحناجر سے مراد خوف شدید اور ظنون سے مراد خواطر نفس جو خوف طبعی سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ احوال طبعیہ غیر اختیاری ہیں اور کمالِ ایمان کے منافی نہیں ہیں۔''

یعنی صحابہؓ کامل الایمان تھے لیکن صورت حال ایسی بن گئی کہ طبعی طور پر بھی دہشت اور حیرت غالب آگئی اور وساوس آنے لگے، تو ان پر وسوسے آنا ان کے کمال کے خلاف نہیں۔ ہاں وسوسے کا لانا خلاف ہے، از خود سوچنا خلاف ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ اور غیر اختیاری طور پر جو وسوسہ آئے تو انسانی مزاج ہے، طبیعت ہے، اس پر گرفت بھی نہیں ہوگی۔

بعض بلیات باطنی کی حکمت:

قولہ تعالیٰ: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (الاحزاب:11)

ترجمہ: اس موقع پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا اور سخت زلزلے میں ڈالے گئے۔

''معلوم ہوا کہ بلیات کا پیش آنا اور انہی میں مکارہ باطنہ مثل قبض وغیرہ بھی داخل ہیں۔ کبھی امتحان صدق کے لئے بھی ہوتا ہے، بس سالک پر ایسی حالت میں واجب ہے کہ صبر کرے اور طاعات پر ثبات رکھے۔''

یعنی کبھی ظاہری مصیبت آجاتی ہے، کبھی قلبی کیفیات میں قبض کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور مشاہدات رک جاتے ہیں، کیفیات سمجھ نہیں آتیں کہ ہیں یا نہیں ہیں۔ فرمایا تو یہ سب اللہ کی طرف سے امتحان ہوتے ہیں۔ جو اللہ کا طالب ہے اور جو سالک ہے اسے اس میں دو باتیں کرنی چاہئیں: ایک تو صبر کرے اور دوسرا شریعت پر پوری تندہی سے کاربند رہے کہ اپنے مجاہدات، اپنے نوافل، اپنے اذکار جاری رکھے۔

قبض کا ترقی کے لئے سبب بن جانا:

قولہ تعالیٰ: وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ قولہ تعالیٰ: مَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا (الاحزاب:22)

ترجمہ: اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں ترقی ہوگئی۔

''اس میں دلالت ہے کہ مکارہ جس میں قبض بھی ہے کاملین کے لئے گاہے زیادت معارف کا سبب ہو جاتی ہیں۔''

فرماتے ہیں اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مومنین نے جب لشکروں کو دیکھا تو ان کے ایمان میں زیادتی ہوئی، ترقی ہوئی۔ فرماتے ہیں سالک پر اگر کوئی مصیبت ظاہری آتی ہے یا کیفیات میں تنگی آتی ہے تو اکثر اوقات یہ مزید ترقی کا سبب بن جاتی ہے اگر وہ صبر کرے اور اپنا مجاہدہ جاری رکھے۔

فنا یعنی موت قبل الموت:

قولہ تعالیٰ: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ (الاحزاب:23)

ترجمہ: ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے، پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور بعضے ان میں مشتاق ہیں۔

''قَضٰى نَحْبَهٗ کی تفسیر آتی ہے 'مات' یعنی مر گیا۔ پھر حضرت طلحہؓ کی نسبت آیا ہے کہ یہ قَضٰى نَحْبَهٗ والوں میں سے ہیں اور ایک روایت میں ان کی نسبت شہید آیا ہے اور اس وقت یہ زندہ تھے تو اس میں مسئلہ فنا کی طرف اشارہ ہے اور یہ انتظار موت مشعر ہے اشتیاق الی الموت کا، پس اس میں حبِّ موت کی طرف اشارہ ہے۔ تو اس آیت میں دو مسئلے مذکور ہوئے۔''

فرماتے ہیں یہ جو آیا ہے مومنین نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اس میں سچے اترے تو کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یہ بندے اور اللہ کے درمیان عہد ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو معبود اختیار نہیں کروں گا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی سے رہنمائی نہیں لوں گا چونکہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ہی کے حکم کا اتباع کروں گا۔ تو فرماتے ہیں اگرچہ قَضٰى نَحْبَهٗ کی تفسیر آتی ہے کہ اسی میں انہوں نے جان دے دی۔ لیکن حضرت طلحہؓ کی نسبت آیا ہے کہ یہ قَضٰى نَحْبَهٗ والوں میں سے ہیں۔ یہ بھی ان میں شامل ہیں۔ ایک حدیث میں ان کے لئے شہید کا لفظ آیا ہے حالانکہ اس وقت وہ زندہ تھے، تو نبی کریم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ ان میں سے ہیں جنہوں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور ایک جگہ فرمایا کہ یہ شہید ہیں۔ حالانکہ وہ دنیا سے رخصت نہیں ہوئے تھے، زندہ تھے۔ تو فرماتے ہیں اس میں مسئلہ فناء کی طرف اشارہ ہے اور یہ انتظار موت سے مشعر ہے۔ یہ جو مراقبہ فنا فی اللہ کیا جاتا ہے فرماتے ہیں اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ آدمی زندہ بھی ہوتا ہے لیکن فناء کی گھاٹی میں بھی اتر جاتا ہے۔ اس کا نظارہ بھی کر لیتا ہے، اس کی کیفیات کو بھی پا لیتا ہے اور زندہ بھی ہوتا ہے۔ اور فناء کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے بعد بندے کو موت کا انتظار رہتا ہے، اسے عجیب نہیں لگتی، اسے یقین ہو جاتا ہے کہ مجھے یہاں سے گزرنا ہے تو بجائے موت سے ڈرنے کے وہ موت کا منتظر ہوتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کو اگرچہ وہ دنیا میں تھے لیکن حضور ﷺ نے شہید فرمایا۔

حُبِّ دنیا کا اثر مذموم:

قولہ تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ (الاحزاب:28)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ متاع و مال دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں۔

''اس میں دلالت ہے کہ دنیا اور اس کی زینت کی محبت اللہ اور رسول ﷺ سے بُعد کا سبب ہے''

واقعہ یوں ہوا تھا کہ کچھ ازواج مطہرات نے نبی کریم ﷺ سے تنگی حال کی شکایت کی اور عرض کی یارسول اللہ فتوحات بھی ہوتی ہیں، مالِ غنیمت بھی آتا ہے لیکن ہمارے ہاں وہی افلاس اور

چیزوں کی کمی رہتی ہے۔ کاشانہ نبوی ﷺ پہ حضرت عائشہ الصدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک چاند طلوع ہوتا تھا پھر وہ گزر جاتا، پھر دوسرا چاند طلوع ہوتا تھا وہ بھی گزر جاتا، تیسرا چاند طلوع ہو جاتا اور اتنے عرصے میں ہمارے ہاں آگ نہیں جلا کرتی تھی کہ کوئی چیز آگ پر پکائی جائے۔ تو عرض کیا گیا پھر آپ کا گزارہ کیسے ہوتا تھا؟ فرمایا جو ہدیہ آجاتا تھا یا کچھ لوگ کھجوریں بھیج دیتے تھے تو کھجوریں کھا کر پانی پی لیا، یا پھر دودھ پی کر گزارہ کر لیا۔ دو، دو مہینے چولہا نہیں جلتا تھا۔ تو بعض ازواج مطہرات نے حضور ﷺ سے تقاضا کیا کہ اب تو بہت سے شہر اور بہت سے ممالک فتح ہو رہے ہیں اور مال غنیمت بھی آ رہا ہے، غریبوں میں بٹ رہا ہے اور ہمارے گھر میں غربت اور مفلسی ہے، کچھ مال گھر میں بھی لایا جائے تاکہ ہمیں کشادہ دستی نصیب ہو، کم از کم دو وقت کا کھانا تو ل سکے۔ تو اللہ کریم نے یہ بات پسند نہیں کی اور حکم دیا کہ اے میرے حبیب ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے فرما دیجئے کہ اگر تمہیں دنیا اور اس کا آرام اور اس کی زیب و زینت، اچھے کپڑے اور اچھا کھانا چاہیے تو میں تمہیں کچھ مال دے کر اپنے سے الگ کر دیتا ہوں اچھے طریقے سے۔ تو ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا اور اس کی زینت کی محبت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دوری کا سبب ہے۔ ایک ہوتا ہے کہ اللہ نے دنیا دے دی جیسے حضرت عثمانؓ کو فراخی عطا کی۔ اور بہت سے اکابر صحابہ بھی امیر تھے۔ اللہ کا دے دینا یہ اس کا احسان ہے لیکن دنیا کی محبت میں چلے جانا اور زندگی اسی میں بسر کر دینا کہ کتنی حاصل کر لوں اور کہاں سے حاصل کر لوں، کتنے خوبصورت کپڑے پہن سکوں، کتنے اچھے گھر ہوں، کتنی اچھی گاڑیاں ہوں، اس میں مصروف ہو جانا اللہ اور اللہ کے رسول سے دور کر دیتا ہے، دوری کا سبب بن جاتا ہے۔ دو محبتیں ایک دل میں نہیں رہ سکتیں کہ اس میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت بھی ہو اور دنیا کی محبت بھی ہو۔

مقربین کا خطر میں ہونا:

قولہ تعالیٰ: يُضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۔ الی قولہ نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ (الاحزاب:30-31)

ترجمہ: اس کو دوہری سزا دی جائے گی (تا) اس کا ثواب دہرا دیں گے۔

''اس میں دلالت ہے کہ جس کی فضیلت زیادہ ہے جیسا لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اس پر دال ہے کہ اس کا عصیان اور طاعت دونوں اوروں سے اشد و اکمل ہیں۔ ''نزدیکاں را بیش بود حیرانی'' کی اس میں اصل ہے۔''

فرماتے ہیں جس کا جتنا مقام و مرتبہ ہے، جس کو جس قدر قرب الٰہی حاصل ہے اس سے غلطی ہو جائے تو اس کی سزا بھی اسی قدر شدید ہے اور اس کی نیکی کا اجر بھی کئی گنا زیادہ ہے دوسرے آدمی سے۔

اسباب فتنہ سے، خصوص عورتوں سے بچنا:

قولہ تعالیٰ: فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ (الاحزاب:32)

ترجمہ: بولنے میں نزاکت مت کرو کہ ایسے شخص کو خیال ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے۔

''اس میں اسباب فتنہ سے بچنے کا ارشاد ہے اگرچہ اسباب بعیدہ ہی ہوں، خصوصی عورتوں سے، ان کا قصہ بڑا سخت ہے۔''

فرمایا گناہ کے جو ذرائع ہیں تو اسباب بعیدہ اور اسباب قریبہ میں یہ ہوتا ہے کہ ایک گناہ کا ذریعہ ایسا ہوتا ہے جس سے بندہ فوراً گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسباب بعیدہ ایک ایسا سبب ہے جس سے رفتہ رفتہ آدمی گناہ کی طرف چلا جاتا ہے۔ تو کوئی بھی ایسا سبب جس سے بندہ فوراً

گناہ میں مبتلا ہو سکتا ہے یا ایسا سبب جس پر آہستہ آہستہ برائی کی طرف جانے کا اندیشہ ہو تو دونوں سے بچنے کا حکم ہے۔ گناہ سے بچنے کے لئے گناہ کے اسباب سے بچنا ضروری ہے۔ ایسے کاموں سے بچنا ضروری ہے جن کا نتیجہ گناہ ہوتا ہے۔

مریدنی کا پردہ شیخ سے اور اس سے نکاح درست ہونا:

قولہٗ تعالیٰ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ (الاحزاب:40)

ترجمہ: محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

''اس پر دال ہے کہ معنوی باپ جیسے شیخ کا حکم کسی باپ کا سا نہیں مثلاً میراث، ترکہ، نان ونفقہ، حرمت نکاح۔ جہلا کا جو خیال ہے کہ مریدنی پردہ نہ کرے مریدنی سے نکاح درست نہیں، یہ غلط ہے۔''

جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے فرمایا گیا کہ تمہارے مردوں میں سے کسی کے حقیقی باپ نہیں ہیں۔ یعنی نبیؐ کی میراث میں حصے دار نہیں بنے گا یا کوئی اور چیزیں باپ کی طرف سے منتقل ہوتی ہیں یا جس طرح ماں سے بے تکلفی ہوتی ہے اسی طرح کی اس کے گھر والوں سے بے تکلفی نہیں ہوگی جس طرح باپ سے پردہ نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح جو خواتین اس سے فیض کے لئے آئیں گی یا مرید ہوں گی وہ اس سے پردہ کریں گی۔ یہ نہیں ہوگا کہ پیر سے پردہ نہیں ہوتا تو جو احکام حقیقی باپ کے ہیں وہ مرید پر وارد نہیں ہوں گے۔ شریعت کے مطابق جس طرح ہوتا ہے وہ کیا جائے گا۔ یا یہ بعض کا خیال ہے کہ مریدنی بیٹی ہوتی ہے، مریدنی سے نکاح درست نہیں، یہ محض غلط ہے۔ مریدنی بیٹی نہیں ہوتی لہٰذا اسے بھی پیر سے پردہ کرنا چاہیے، جہاں تک شریعت کی اجازت ہے وہاں تک ہونی چاہیے۔ اس سے آگے نہیں۔ شریعت کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔

تعدد ازواج اور زہد میں تنافی نہ ہونا:

قولہٗ تعالیٰ: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ (الاحزاب:50)

ترجمہ: اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کے لئے آپ کی بیبیاں حلال کی ہیں۔

''اس پر دال ہے کہ تعدد ازواج کمال زہد کے منافی نہیں۔''

فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد ازواج کا ہونا اس پر دال ہے کہ کسی کامل اکمل شیخ کے لئے متعدد بیویوں کا ہونا کمال کے منافی نہیں ہے۔

صاف بات کہنے میں عقل کو طبع پر ترجیح دینا:

قولہٗ تعالیٰ: اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ (الاحزاب:53)

ترجمہ: اس بات سے نبیؐ کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا۔

''ذٰلِكُمْ کا مشار الیہ کھانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر ٹھہرا رہنا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ایسے موقع میں صاف طور سے نہ کہنا طبع کریم کا مقتضی ہے اور صاف طور سے کہہ دینا عقل حکیم مقتضاء ہے، پس مصلح مقتضائے عقل کو مقتضاء طبع پر ترجیح دیتا ہے۔ دوسری بات معاشرت کی اصلاح کا واجب ہونا اور جس حرکت سے دوسرے کو ایذا ہو اور وہ ضروری نہ ہو اس کا حرام ہونا ہے۔ آج کل ایسے امور کی اہل علم ومشائخ تک میں احتیاط نہیں۔''

فرمایا اس آیہ کریمہ سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی گئی۔ جب کچھ صحابہ کرامؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پر مدعو فرمایا تو کاشانہ نبوی پر کھانا کھانے کے بعد اس لالچ میں کہ کچھ دیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ہو، ارشاد عالیہ سنیں وہ بیٹھ گئے۔ ان کا کھانے کے بعد بیٹھنا حضور ﷺ کی طبع نازک پر ناگوار گزرا کہ کھانے کے لئے بلایا تھا کھانا ختم ہو گیا اب آپ تشریف لے جائیں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا کچھ نہیں تو اللہ کریم نے بارگاہ نبوی کے آداب میں یہ ادب بھی واجب کر دیا کہ اس طرح آپ کا ٹھہرا رہنا حضور ﷺ کو اس سے ناگواری ہوئی اور آپ نبی ﷺ کی ایذا کا سبب نہ بنو۔ تو فرمایا صاف طور سے نہ کہیں تو یہ طبع کریم کا مقتضی ہے یعنی آپ نے جو ارشاد نہیں فرمایا کہ اب آپ لوگ تشریف لے جائیے، چلے جائیے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبع مبارک کی جو کریمی تھی اس کا تقاضا تھا اور صاف طور پر کہہ دینا عقل حکیم کا اور اگر آپ ﷺ ارشاد فرما دیتے تو عقل کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ﷺ فرما دیتے کہ بھئی آپ کھانا کھا چکے اب جائیے۔ تو آپ کے مزاج میں جو کرم اور رحمت طبعی ہے وہ عقل کے فیصلے پر غالب آئی آپ نے نہ فرمایا لیکن اللہ کریم نے منع فرما دیا۔ تو فرماتے ہیں مسلم مقتضائے عقل کو مقتضائے طبع پر ترجیح دے۔ اب جو بندہ لوگوں کی اصلاح پہ مامور ہے یا شیخ ہے اس کے لئے تو وحی نہیں آئے گی وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب عالی تھا۔ لہٰذا شیخ کو چاہیے کہ ایسے مواقع پر لحاظ نہ کرے بلکہ آرام سے سمجھا دے جو بات صحیح ہو عقل کے مطابق ہو وہ کرے اس کو اختیار کرے چونکہ اس کے ذمے لوگوں کی اصلاح کرنا ہے۔ دوسری بات معاشرے کی اصلاح کا واجب ہونا ہے کہ رہنے سہنے میں جو تعلقات ہیں جسے معاشرت کہتے ہیں ایک دوسرے سے جو ہمارا لین دین، میل جول بات کرنے کا انداز یہ معاشرت ہے۔ اس کی اصلاح واجب ہے ضروری ہے اور جس حرکت سے دوسرے کو ایذا نہ ہو لیکن اسے وہ پسند نہ آئے اس سے بھی رکھنا چاہیے اور جس حرکت سے دوسرے کو ایذا ہوتی ہو، تکلیف ہوتی ہو وہ حرام ہو جاتی ہے۔ وہ تو ہے ہی حرام اس میں نہیں جانا چاہیے۔ فرماتے ہیں آج کل تو ایسی باتوں کی علماء اور مشائخ تک بھی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ ان باتوں میں پوری توجہ ہونا چاہیے۔

کسی مصلحت صحیحہ سے لباس میں امتیاز:

قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ (الاحزاب:59)

ترجمہ: اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو ایذا نہ دی جایا کریں گی۔

''اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ لباس وغیرہ میں امتیاز رکھنا جبکہ اس میں کسی مفسدہ ومضرت سے بچاؤ ہو اور کبر سے نہ ہو مذموم نہیں۔''

مسلمان خواتین کو کچھ منافقین یا یہود نے مذاق کیا یا گلی سے گزرتے ہوئے کوئی فقرہ کس دیا تو اس پر حکم ہوا کہ مسلمان خواتین پردہ کریں اور ان کا لباس ایسا ہو جس سے پہچانی جائیں کہ یہ خاتون مسلمان ہے تو ان سے جب باز پرس کی گئی تو انہوں نے کہا ہمیں کیا پتہ ہم نے سمجھا ہماری اپنی برادری کی ہیں تو ہم نے خوش طبعی سے بات کہہ دی تو فرمایا گیا کہ وہ پردہ کریں اور کھلی چادر اوپر لے لیں اور حجاب سامنے کھینچ لیں تاکہ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ یہ ایک چھوٹی سی کوشش ہے جس سے وہ پہچانی جائیں کہ یہ خاتون مسلمان ہے اور کوئی اس سے اس طرح کی چھیڑ خانی نہ کرے تو فرمایا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لباس وغیرہ میں امتیاز رکھنا یعنی لباس مناسب رکھنا معقول رکھنا جس سے یہ پہچان ہو جائے کہ شریف زادی ہے، کسی شریف خاندان کی بہو بیٹی ہے۔ یہ اگر اپنی بڑائی جتانے کے لئے نہ ہو بلکہ اس کے لئے ہو کہ اس کی حیثیت منفرد نظر آئے اور کوئی اس کے ساتھ گستاخی یا کوئی نازیبا کلمہ نہ کہے یہ درست ہے اور یہ ہونا چاہیے۔ (بقیہ صفحہ 41 پر)

اکرم التفاسیر

سورۃ الاحقاف: آیات 1 تا 10

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢
حٰم۔ یہ کتاب اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔
مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ
ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے حکمت کے ساتھ اور ایک معیادِ معین
مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝٣
کے لیے پیدا فرمایا ہے اور کافروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ (اس سے) منہ پھیر لیتے ہیں۔
قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا
فرمائیے دیکھو تو! جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، مجھے دکھاؤ انہوں نے
خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ
زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا یا ان کی آسمانوں میں کوئی شراکت ہے؟ اس سے پہلے کی کوئی
بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ
کتاب ہو تو میرے پاس لاؤ یا اگر تم سچے ہو تو کوئی پہلے سے نقل شدہ
صٰدِقِيْنَ ۝٤ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
مضمون لاؤ۔ اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے
مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ
جو قیامت تک اُسے جواب نہ دے سکے اور اُسے ان کے
دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝٥ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ
پکارنے کی خبر ہی نہ ہو۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ (بت) ان کے
اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝٦ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ
دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے انکار کریں گے۔ اور جب ہماری واضح
اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ
آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ حق کے بارے میں جب وہ ان کے پاس
هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ
آچکا، کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو (پیغمبر نے اپنی طرف سے) گھڑ لیا ہے؟
افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ هُوَ
آپ فرما دیجیے کہ اگر میں نے اس کو (اپنی طرف سے) بنایا ہو تو پھر تم لوگ مجھے اللہ سے ذرا
اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ
بھی نہیں بچا سکتے، وہ خوب جانتا ہے تم اس (قرآن کے) بارے میں جو باتیں بناتے ہو وہی
وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝٨ قُلْ مَا كُنْتُ
میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہیں، اور وہ بخشنے والے مہربان ہیں۔ فرما دیجیے کہ میں کوئی
بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا
نیا پیغمبر تو نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا (سلوک) ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا۔
بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ
میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس وحی آتی ہے اور میرا منصب تو صاف صاف
مُّبِيْنٌ ۝٩ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ
(انجامِ بد سے) ڈرانا ہے۔ فرما دیجیے دیکھ لو! اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو
وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
اور تم نے اس کا انکار کیا اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی (کتاب) پر گواہی
عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي
دے پھر ایمان لے آئے، اور تم تکبر ہی میں رہو بیشک اللہ ظالم
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠
لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتے۔

تفسیر و معارف:

چھبیسواں پارہ سورۂ احقاف سے شروع ہوتا ہے۔ یہ ان سورتوں میں سے ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔ حٰمٓ سے شروع ہونے والی سات سورتیں ہیں جو چوبیسویں پارے سے چھبیسویں پارے تک آتی ہیں۔ انہیں حوامیم کہا جاتا ہے۔

حٰمٓ ① یہ حروفِ مقطعات ہیں۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② یہ کتاب، اللہ غالب، حکمت والے کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔ یہ جامع، کامل اور اکمل ترین کتاب، اس اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو ہر چیز پر غالب اور صاحبِ حکمت ہے۔ کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے لیکن نظامِ کائنات اس کی حکمت کا آئینہ ہے۔ اس نے کائناتِ بسیط میں بیشمار مخلوق پیدا کی ان کی ذمہ داریاں لگائیں۔ ہر مخلوق بچپن، لڑکپن، جوانی اور پھر اپنی عمر کے خاتمے تک پہنچتی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اردگرد نگاہ کرے۔ کون سی ایسی مخلوق ہے جو قدرت کا تفویض کردہ کام نہیں کر رہی؟ کیا کوئی ایسی مخلوق ہے جو ہمیشہ رہتی ہے، کیا کوئی ایسی مخلوق ہے جو نظامِ کائنات کو مختل کر سکتی ہے؟ کوئی بھی نہیں۔

انسان کو اس عارضی زندگی میں، تھوڑی سی مہلت ملی ہے، اسے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ زندگی میں راستہ چن لے۔ بھلائی کا یا برائی کا۔ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے حکمت کے ساتھ اور ایک معیادِ معین کے لیے پیدا فرمایا ہے اور کافروں کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ (اس سے) منہ پھیر لیتے ہیں۔

ان کے اردگرد بیشمار چیزیں پیدا ہو رہی ہیں، فنا ہو رہی ہیں۔ انسان کے ہم جنس دنیا میں آ رہے ہیں، جا بھی رہے ہیں تو وہ خود کو کیوں لافانی سمجھتا ہے؟ اپنے لیے کیوں سمجھ بیٹھا ہے کہ اسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے؟ وہ اللہ کی ساری مخلوق کو اپنا اپنا فرض ادا کرتے دیکھ رہا ہے۔ نباتات و جمادات اپنے مقرر کردہ فرائض مستقل طور پر ادا کر رہے ہیں تو کائنات کی ساری مخلوق کو دیکھ کر انسان اطاعت کا راستہ کیوں نہیں چنتا؟

زمین و آسمان اور ان کے درمیان جتنی مخلوق ہے سب کی تخلیق کا ایک مقصد ہے کوئی چیز زائد، فالتو یا بیکار نہیں ہے۔ سورج، چاند ستاروں، سیاروں کو جو کام سونپ دیے گئے ہیں وہ سب ان کاموں کو ذمہ داری سے پورا کر رہے ہیں۔ شجر و حجر، حیوان سب اپنی اپنی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں اور ایک تسلسل بنا ہوا ہے۔ کونپل پھوٹتی ہے، پودا بنتا ہے۔ درخت بن جاتا ہے، پھل لاتا ہے پھر خشک ہو جاتا ہے یا کٹ جاتا ہے بالآخر مٹی میں مل جاتا ہے۔ ہر چیز قدرت کے نظام میں اپنے حصے کا کام باقاعدگی سے کر رہی ہے۔ اس سارے نظام میں سب سے اعلیٰ مخلوق انسان ہے۔ اسے اپنے اردگرد دیکھنا چاہیے کہ شجر و حجر، حیوانات، چرند پرند ہر شئے اللہ کی اطاعت کر رہی ہے، کوئی نافرمانی نہیں کرتا تو میں انسان ہو کر نافرمانی کیوں کروں؟ لیکن کفر ایسی مصیبت ہے کہ جن لوگوں نے کفر کی راہ اپنائی اللہ کریم کی طرف سے اُنہیں تنبیہ بھی آئی، سمجھایا بھی گیا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے، کتابیں نازل ہوئیں۔ انہیں اللہ کی آیات سنائی گئیں۔ حقائق بتائے گئے۔ آخرت کی جوابدہی کا یقینی ہونا بتایا گیا۔ انہیں بتایا گیا کہ تم کچھ نہیں تھے، تمہیں اللہ نے پیدا کیا۔ اس کی نعمتیں گنوائی گئیں اس سب کے باوجود یہ منہ پھیر کے چل دیتے۔ نافرمانی کرتے، اپنی امیدیں غیر اللہ سے وابستہ کرتے۔

فرمایا، انہیں سمجھایئے: قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ فرمایئے دیکھو تو! جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، مجھے دکھاؤ انہوں نے زمین کا کون سا حصہ پیدا کیا یا ان کی آسمانوں میں کوئی شراکت ہے؟ اس سے پہلے کی کوئی کتاب ہو تو میرے پاس لاؤ یا اگر تم سچے ہو تو کوئی پہلے سے نقل شدہ مضمون لاؤ۔

انہیں فرما دیجیے کہ اللہ کے علاوہ جن سے تم اُمیدیں رکھتے ہو، اللہ کے حکم کے خلاف جن کی اطاعت کرتے ہو، دکھاؤ! انہوں نے کائنات میں کیا پیدا کیا ہے؟ اس وسیع کائنات کا کوئی ذرّہ بھی انہوں نے پیدا کیا ہے؟ یا آسمان کے بنانے میں ان کی کوئی شراکت ہے یا اس نظام کے بنانے میں، اسے قائم رکھنے میں، مخلوق کو بسانے میں، کائنات کو سنوارنے، بسانے اور قائم رکھنے میں ان کی کوئی حصّہ داری ہے؟ اللہ کو چھوڑ کر جن سے تم امیدیں وابستہ کرتے ہو بتاؤ ان سب میں ان کا کتنا ہاتھ ہے؟ اور اس پر دلیل دو۔

دلائل کی اقسام:

دلائل، تین قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ دلیل اللہ نے بتائی ہو اور اللہ کی کتاب میں ہو جو اللہ کے نبیؐ کی معرفت پہنچی۔ دوم دلیل عقلی کہ جسے عقلاً ثابت کیا جا سکے۔ عقل قبول کرلے کہ ایسا ہونا چاہیے۔ سوم اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہو۔ فرمایا، تینوں میں سے کوئی دلیل لے آؤ۔ کسی کتاب سے ثابت کرو کہ اللہ کے علاوہ کوئی اس کائنات کا مالک ہے۔ کسی نبیؐ کے قول سے ثابت کرو یا عقلاً ثبوت دو کہ اس کائنات پر اللہ کے سوا کوئی اور حکم چلانے والا ہے! اگر تم سچے ہو تو ان دلائل میں سے کوئی دلیل لاؤ۔ جب کوئی دلیل نہیں ہے تو پھر اس سے بڑی گمراہی کیا ہوگی کہ کوئی اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی اطاعت کرے۔

پوشیدہ شرک:

سمجھا تو یہی جاتا ہے کہ جو بُت پوجتے ہیں وہ شرک کرتے ہیں۔ جو بتوں میں صفاتِ الٰہی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ اولاد دینے والا ہے، یہ رزق دینے والا، یہ صحت دینے والا، یہ بارش برسانے والا ہے۔ اسے شرکِ جلی کہتے ہیں۔ صاف صاف، واضح، سامنے نظر آنے والا شرک۔ شرک کی ایک خطرناک قسم شرکِ خفی ہے، پوشیدہ شرک جو سامنے نظر نہیں آتا، وہ یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی اطاعت کی جائے۔ جب اللہ کے حکم کے خلاف کسی اور کی اطاعت کی جائے تو گویا اسی کی عبادت کی جا رہی ہے۔ یہ شرک کی زیادہ خطرناک صورت ہے۔ اس لیے کہ یہ خفی ہوتا ہے، پوشیدہ ہوتا ہے۔ اللہ نے جن کاموں سے منع کیا ہے، نفس کی خواہش پوری کرنے کے لیے بندہ وہ کام کرتا ہے۔ یعنی اللہ کی اطاعت چھوڑی اور نفس کی اطاعت کی۔

فرمانِ باری ہے: اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ۔ (الفرقان: 43) بھلا آپ نے اس شخص کا حال دیکھا جس نے اپنی خواہشِ نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔ انہوں نے اپنی خواہشات کی عبادت کی، انہیں معبود بنالیا۔ ظاہر ہے، خواہشات کا بُت بنا کر، سامنے رکھ کر سجدہ کوئی نہیں کرتا۔ جب اللہ کے مقابلے میں خواہشاتِ نفس پر عمل کیا جاتا ہے، اسے عبادت قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح اللہ کے علاوہ کسی اور سے امیدیں وابستہ کرلی جائیں۔ اللہ کو چھوڑ کر، کسی کی غلامی کی جائے۔ اللہ کی نافرمانی کر کے کسی اور کی فرمانبرداری کی جائے، یہ اس کی عبادت، اس کی پوجا ہوگی۔ اس سے بڑی گمراہی کیا ہوگی کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کے بھروسے پر جینا شروع کر دے۔ انہیں اپنے نفع ونقصان کا مالک سمجھے اور ان کی اطاعت کرے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۝ اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور اسے ان کے پکارنے کی خبر ہی نہ ہو۔

اللہ کے علاوہ کوئی بھی ایسا نہیں جس پر بھروسہ کر کے زندگی بسر کی جائے۔ نفع ونقصان کا مالک صرف وہی ہے۔ باقی سب مفروضے ہیں۔ جن کے بارے میں تم کہتے ہو کہ یہ تمہارے معبود ہیں۔ وہ تو تمہاری بات بھی سن نہیں سکتے۔ ان میں سننے کی اہلیت ہی نہیں تو سمجھیں گے کیا؟ اللہ کو چھوڑ کر جس کی بھی اطاعت کرو گے وہ تو خود محتاج ہے، تمہیں کیا دے گا؟ جو اپنی ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا وہ کسی کو کیا دے گا؟ تمہارے دیوی دیوتاؤں کو تو پتا بھی نہیں کہ تم کیا کر رہے ہو۔

تمہارے سارے کام ان کے علم میں بھی نہیں تو پھر وہ تمہاری کیا مدد کریں گے۔ یہ تو قیامت تک تمہاری دادرسی نہیں کر سکتے۔

ہمارے اردگرد، ہماری روزمرہ کی زندگی میں بیشار واقعات ہمیں درس دیتے ہیں۔ قدم قدم پر اللہ کی عظمت کے دلائل ملتے ہیں لیکن اس شخص کے لیے جو خواہشاتِ نفس اور ہوسِ دنیا میں مبتلا ہو کر اندھا بہرا نہ ہو چکا ہو!

کسی گداگر کو بھی پوچھ لیں، وہ اپنے جیسے گداگر سے مانگنا پسند نہیں کرتا۔ مجھے خانہ بدوش جھگی والوں سے بات چیت کا موقع ملتا رہتا ہے۔ میں ان کے احوال جانتا رہتا ہوں۔ ایک دن ایک جھگی والے کو دیکھا کہ وہ گداگری پر نہیں نکلا تھا۔ جھگی میں لیٹا ہوا تھا۔ پوچھا، کہنے لگا بخار کے باعث نہ جا سکا اس لیے رات سے پورا خاندان فاقے سے ہے۔ پوچھا کہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی سے مانگ لیتے، رات بھر فاقہ کیوں کیا؟ اس نے جو جواب دیا، بظاہر تو گداگر کی بات تھی لیکن بہت قیمتی بات تھی! کہنے لگا ''گداگر سے کیا مانگنا؟''

یہی بات ارشاد فرمائی گئی کہ یہ ایسوں کو پکارتے ہیں جو قیامت تک ان کی بات سن سکتے ہیں نہ کوئی دادرسی کر سکتے ہیں۔ اور اصل مصیبت تو تب دیکھیں گے جب قیامت قائم ہوگی۔ فرمایا: وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ۝ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ (بت) ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے انکار کریں گے۔ جب قیامت قائم ہوگی۔ ان سے باز پرس ہوگی تو اللہ کے علاوہ یہ جن کی پوجا کرتے تھے وہ ان کے دشمن ثابت ہوں گے۔ وہ کہیں گے، اللہ! ہم نے انہیں نہیں کہا تھا کہ یہ ہماری عبادت کریں۔ ہمیں اس بات کا علم ہی نہیں کہ یہ ہماری عبادت کرتے رہے۔ یہ انہوں نے خود ہی گھڑ لی تھیں۔

نبوت کا جھوٹا مدعی ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے:

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝ اور جب ہماری واضح آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ کافر لوگ حق کے بارے میں جب وہ ان کے پاس آ چکا کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

اللہ کریم کی واضح آیات جو زندگی، موت، مابعد الموت کے تمام حقائق بیان کر دیتی ہیں۔ ان حقائق کو یہ منکرین جھٹلا نہیں سکتے۔ ان کے پاس ان دلائل کے خلاف کوئی ثبوت نہیں ہوتا تو پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ آیات، یہ پیغام تو جادو ہے کہ انسانوں کے ذہن بدل دیتا ہے۔ لوگوں کو بدل کے رکھ دیتا ہے۔ باپ بیٹے کو جدا کر دیتا ہے۔ حقائق کا انکار نہیں کر سکتے اس لیے ایسی باتیں کہتے ہیں کہ ان لوگوں (مسلمانوں) نے جادو کے ذریعے ایسی آیات ڈھونڈی ہیں یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کہتے ہیں: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۝ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس کو (پیغمبر نے اپنی طرف سے) گھڑ لیا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے اس کو (اپنی طرف سے) بنایا ہو تو پھر تم لوگ مجھے اللہ سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے، وہ خوب جانتا ہے تم اس (قرآن کے) بارے میں جو باتیں بناتے ہو۔ وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہیں اور وہ بخشنے والے مہربان ہیں۔

یہ اللہ کا قانون ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ کی مدد حاصل ہے اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل ہے لیکن یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ آیات، خود اپنی طرف سے گھڑ لی ہیں۔ یہ قصہ کہانی سب آپ کی اپنی جوڑی ہوئی باتیں ہیں۔ انہیں فرمائیے! اگر خدانخواستہ، یہ کلمۂ توحید، دعوتِ الی اللہ، یہ قرآنِ حکیم سب کچھ میں نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے اور میں کہہ رہا ہوں کہ یہ اللہ کا حکم ہے تو پھر اللہ میرے ساتھ حساب کر لے گا! تم مجھے اللہ سے بچانے والے نہیں ہو۔ اگر ایسی بات ہو تو تم میرے کسی کام نہیں آ وگے، سوچو! پھر میں تمہیں کیوں دعوت دے رہا ہوں؟ اگر تم سب ایمان لے آ ؤ اور میری یہ باتیں من گھڑت

ہوں اور میں انہیں اللہ کے ذمہ لگا رہا ہوں تو جواب مجھے دینا پڑے گا، تم میری وکالت نہیں کر سکو گے۔ یاد رکھو! اللہ ہم میں سے ہر ایک کو دیکھ رہا ہے۔ جو باتیں تم کہتے ہو، مذاق اڑاتے ہو، انکار کرتے ہو، مجھ پر بہتان لگاتے ہو، تمہاری یہ باتیں اور تمہاری سوچ، تمہارا عمل اور کردار سب اللہ جل شانہٗ کے سامنے ہے۔ وہ دیکھ رہا ہے اور میرے تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے۔ کسی اور گواہی کی ضرورت نہیں۔

بڑی خوبصورت بات ہے کہ جہاں اللہ کی گواہی آ جائے کسی اور کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ نبوت کا گواہ خود اللہ ہے۔ وحی کا گواہ خود اللہ ہے۔ وحی کی تفسیر وتشریح کا گواہ خود اللہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ارشادات، ساری سنتِ مطہرہ قرآن کی تفسیر ہیں۔ کس نے سنا جب وحی نازل ہوئی، کس نے بتایا یہ قرآن ہے؟ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے! کون گواہ ہے کہ یہی آیت وحی ہوئی؟ صرف اللہ! مخلوق میں اس کا کوئی گواہ نہیں۔ کوئی ان عظمتوں، بلندیوں پر نہ پہنچا نہ پہنچ سکتا ہے تو گواہی کیسے دے؟ گواہی وہی دے سکتا ہے جو وہاں موجود ہو، جس نے سنا ہو، دیکھا ہو، تو کون پہنچے گا جہاں وحی کا خطاب ہوتا ہے؟ اس لیے فرمایا، میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی ہی کافی ہے!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر کسی بشر سے غلط نہیں فرمایا۔ کسی کام یا عمل میں جھوٹ کا شائبہ بھی شامل نہ ہوا۔ اعلانِ نبوت سے پہلے کی زندگی مبارک اتنی پاکیزہ، بے داغ اور خوبصورت ہے کہ کافر و مشرک بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا ترین اور بہترین امانتدار سمجھتے تھے۔ ایسی ہستی سے انہیں کیونکر امید ہے کہ وہ یکدم اللہ پر جھوٹ بولنے لگ گئی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر تو قرآن نے گواہی دی جو اللہ کا کلام ہے لہٰذا فرمایا، میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے!

ہاں! وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ اگر سارے گناہوں کے بعد بھی سچے دل سے توبہ کر لو تو اس کی رحمت پھر بھی موجود ہے وہ تمہیں بخش دے گا۔ ہزاروں گناہوں، لاکھوں گمراہیوں کے بعد بھی تمہارے پاس موقع ہے، توبہ کر لو، باز آ جاؤ۔ اس کی رحمت، اس کی بخشش کو تمہارے گناہ عاجز نہیں کر سکتے۔ کوئی ایسا گناہ نہیں جو اللہ کی بخشش کو عاجز کر دے۔ اس کی رحمت کے دروازے کھلے ہیں، توبہ کر لو تو وہ بڑا غفور رحیم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصبِ جلیلہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب جلیلہ یہ ہے کہ بندوں کو ان کے اعمال کے جو نتائج آخرت میں دیکھنے ہوں گے ان کی خبر دنیا میں ہی دے دیں۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب دانی کا دعویٰ کیا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کریم نے وحی کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ ایمان اور عملِ صالح کرنے والوں کا انجام خیر ہوگا اور اللہ کے دین کا انکار کرنے والوں کا، ان کے اعمال بد کا نتیجہ بد ہوگا۔ انجام بہت برا ہوگا۔ منصب عالی یہ ہے کہ انہیں آنے والے سخت دن، سخت مشکل وقت کے حساب کتاب سے بروقت مطلع کریں۔

فرمایا: قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑨ فرما دیجیے کہ میں کوئی نیا پیغمبر تو نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا (سلوک) ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس وحی آتی ہے اور میرا منصب تو صاف صاف (انجام بد سے) ڈرانا ہے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں فرما دیجیے کہ میری رسالت کوئی انوکھا یا نیا واقعہ نہیں ہے۔ مجھ سے پہلے بھی پیغمبر آئے، اُنؐ پر کتابیں نازل ہوئیں۔ مجھ پر بھی اللہ کی آخری کتاب قرآنِ حکیم نازل ہوا ہے۔ اس پر کیوں حیران ہو؟ یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔

دوسری بات یہ کہ میں غیب دان ہونے کا دعویٰ نہیں کر رہا۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ مستقبل میں یہ ہوگا، وہ ہوگا! میں یہ کہہ رہا ہوں کہ حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے، باطل مٹ جاتا ہے۔ اس میں کسی فرد کی تخصیص نہیں۔ جو حق کو قبول کرلے وہ کامیابی پا گیا، جو باطل پر رہا وہ نقصان پا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو موضوع بحث بنانا ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے:

آج کا عہد فتنوں کا عہد ہے۔ آج سرِعام میڈیا پر، انٹرنیٹ پر مناظرے کیے جاتے ہیں۔ دونوں طرف علما کی شکل میں لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے کہ سارا غیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ نہیں جانتے۔ یہ بہت بڑی گستاخی ہے۔ ذاتِ اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موضوع بحث بنانا ہی گستاخی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات کو موضوع بحث نہ بنایا جائے ورنہ ایمان کے جانے کا خطرہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو امام الانبیاؑ ہیں۔ یاد رہے! دنیا میں سب سے زیادہ علوم انبیاؑ کو دیے گئے۔ اخروی ہی نہیں دنیوی علوم میں بھی سرِفہرست انبیاؑ کی ذوات ہیں۔ جن چیزوں پر سائنس آج ریسرچ کر رہی ہے ان کے علوم تو آدم علیہ السلام کو آسمان پر دے دیے گئے تھے۔ ارشادِ باری ہے: وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ:31) اور آدم (علیہ السلام) کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیے۔ ان کے نام، صفات، ان کے کام تو آدم علیہ السلام کو آسمانوں پر عطا کر دیے گئے تھے۔ تمام طرح کے علوم اور کمالات انبیاؑ کا ورثہ ہیں۔ اور کائنات میں سب سے زیادہ علوم و کمالات جس ہستی کو عطا ہوئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بات ختم!

اب ذاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو تولنا، اس کی حدیں مقرر کرنا، اس پر بحث کرنا اس کی گنجائش نہیں۔ یہاں کفار کے اعتراض پر بات ہو رہی ہے۔ کفار نے کہا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں، مرنے کے بعد یہ ہوگا۔ ہم تو مر کر ختم ہو جائیں گے، آپ کو کیا پتا کہ اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں کسی غیب دانی کا دعویٰ نہیں کر رہا۔ میں اپنے بارے میں بھی یہ نہیں کہتا کہ کل کیا ہوگا۔ مجھے تو یہ باتیں اللہ کریم بتاتے ہیں اور تمہیں بتانے کے لیے بتاتے ہیں۔ میں تو صرف وہ بات کرتا ہوں جو مجھ پر اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ میں اپنی ذاتی رائے، خیال، یا علم سے کچھ نہیں کہتا۔ تمہیں جو کچھ بتاتا ہوں، عقیدے کی بات، اعمال اور ان کے نتائج، دنیا کی زندگی، موت، آخرت کی یہ سب باتیں اللہ جل شانہٗ مجھ پر وحی فرماتے ہیں۔ اور میرا منصب جلیلہ یہ ہے کہ کوتاہیوں، غلطیوں، گناہوں، کفر و شرک کا جو انجامِ بد ہے، جن کا تمہیں مرنے کے بعد پتا چلے گا، وہ میں تمہیں آج بتا دوں کہ ان کاموں کا نتیجہ یہ ہوگا۔ انذار کا مفہوم ہے برائی کے نتیجے سے آگاہ کر دینا۔ کردار کے انجام کا پتا دے دینا۔

بجائے اس کے کہ تمہاری آنکھ بند ہو جائے تو تمہیں پتا چلے اور اللہ پاک پوچھیں کہ ایسا کیوں کیا؟ اور تم کہو کہ مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔ کسی نے مجھے بتایا ہی نہیں۔ اس لیے میں، تمہیں دنیا میں بتا رہا ہوں کہ اللہ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ میں تمہیں بتا دوں۔ سمجھا دوں کہ ایمان کیا ہے، اس کا نتیجہ کیا ہے۔ کفر و شرک کیا ہے، ان کا انجام کیا ہوگا۔ اس کے بعد تم جو فیصلہ کرو گے وہ تمہارا ذاتی فیصلہ ہوگا اور اس کا انجام تمہاری ذمہ داری ہوگی۔

تم صرف منفی پہلو ہی سوچ رہے ہو۔ مثبت بھی سوچو۔ تم یہی سوچتے رہتے ہو کہ میں نے خود سے آیتیں بنالی ہیں۔ تم یہ بھی سوچو! کہ اگر واقعی یہ کلام الٰہی ہے اور یہ آیتیں واقعی اللہ کی طرف سے ہیں اور تم انکار کر رہے ہو تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟ فرمایا: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠﴾ فرما دیجیے دیکھ لو! اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو اور تم نے اس کا انکار کیا اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی (کتاب) پر گواہی دے پھر ایمان لے آئے، اور تم تکبر ہی میں رہو۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتے۔

فرمایا، سوچو! اگر یہ واقعی سچ ہے، یہ اللہ کی طرف سے ہے اور حقیقتاً یہی سچ ہے جس کا تم انکار کر رہے ہو تو پھر کیا ہوگا؟ (بقیہ صفحہ 41 پر)

19-5-2017

شرح مشکوٰۃ المصابیح

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلٰثٌ مَّنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِيْمَانِ مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوٰهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ يَّكْرَهُ اَنْ يَّعُوْدَ فِى الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ۔ (متفق علیه)

اور (یہ حدیث بھی) انہی (حضرت انسؓ) سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزیں ہیں جس میں وہ ہوں گی ایمان کی حلاوت پالے گا۔ جو شخص کہ اللہ اور اس کا رسول اس کی طرف سب سے بڑھ کر محبوب ہو، اور جو کسی دوسرے شخص کو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر دوست رکھتا ہے اور جو شخص کفر میں لوٹ جانے کو اس طرح برا سمجھے جبکہ اللہ نے اُسے اُس سے نکال لیا ہے جس طرح آگ میں جانا برا سمجھتا ہے۔ (متفق علیہ)

او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اس کے راوی بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا تین چیزیں جس میں ہوں گی، ایمان کی حلاوت یا لذت پالے گا۔ جس شخص کو اللہ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر محبوب ہو، جو کسی شخص کو صرف اللہ کے لیے دوست رکھتا ہو اور جو شخص کفر میں لوٹ جانے کو اس طرح برا سمجھے جبکہ اللہ نے اُسے اُس سے نکال لیا جس طرح آگ میں جانا برا سمجھتا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ایمان کی حلاوت یا لذت وہ شخص پاسکتا ہے جس میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہوں۔

ہر بات کی ہر کام کی کچھ کیفیات ہوتی ہیں، کچھ اثرات ہوتے ہیں جو دل پہ وارد ہوتے ہیں۔ ہر بات کا ایک اثر دماغ پہ، ظاہر وجود پہ وارد ہوتا ہے وہ اور شے ہے۔ ہر کام کا ایک اثر دل پہ وارد ہوتا ہے وہ اور شے ہے۔ بعض کام کرنے سے اگرچہ جسمانی مشقت اُٹھانی پڑے، جسم کو تکلیف بھی ہو لیکن دل کو راحت ملتی ہے اور بندے کو خوشی ملتی ہے کہ میں نے یہ کام کر لیا۔ ایمان لانا بھی ایک عظیم کام ہے۔ اللہ کریم کا بہت بڑا احسان ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان نصیب ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تین باتیں جس میں ہوں گی اُسے ایمان کی لذت نصیب ہوگی ورنہ ایمان ایک رسم کے طور پر اپنائے رکھے گا اُس کا مزا نہیں پاسکے گا۔ اُن تین باتوں میں پہلی بات یہ ہے کہ جسے اللہ اور اُس کا رسول کائنات کے ہر رشتے سے محبوب ہو۔ محبت اور جذباتیت میں ایک بڑا لطیف سا فرق ہے۔ جذباتیت ایک الگ شے ہے، محبت ایک الگ چیز۔ بعض لوگوں کو ہم اچھا نہیں سمجھتے وہ ہمارے رشتہ دار ہوتے ہیں، عزیز ہوتے ہیں، چچا یا ماموں ہوتے ہیں، ہم اچھا نہیں سمجھتے لیکن جب کوئی اُن سے زیادتی کرے تو ہم بھڑک اُٹھتے ہیں، یہ جذباتیت ہوتی ہے۔ یہی جذباتیت بعض اوقات ہمیں دین سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ رسول سے بھی ہوتی ہے کہ خود ساری عمر اطاعت نہیں کرتے، اللہ کا حکم نہیں مانتے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع نہیں کرتے۔ لیکن بندہ قتل کر دیتے ہیں کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ اُس نے تو گستاخی کی لیکن جب آپ حکم نہیں مانتے تو کیا یہ گستاخی

نہیں ہے؟ یہ کام بھی آپ خلاف شریعت کر رہے ہیں۔ شریعت نے آپ کو قتل کرنے کا حق تو نہیں دیا۔ تو یہ جذباتیت ہے، یہ محبت نہیں ہے۔ محبت ہمیشہ اطاعت کو چاہتی ہے۔ محبت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ محبت کرنے والا محبوب کی ہر ادا اپنا لیتا ہے اور اُسے اُس میں لذت ملتی ہے۔ محبوب کا حکم ایک بہت بڑا درجہ رکھتا ہے۔ جو محبت کرتا ہے وہ حکم تو مانتا ہی ہے، حکم کے علاوہ محبوب کی ادائیں، انداز اپنا لیتا ہے کہ میرے محبوب کا لباس کیسا تھا۔ میرے محبوب کا حلیہ کیسا ہے۔ میرا محبوب کیسا جوتا پسند کرتا ہے۔ میرا محبوب کس انداز سے کھانا کھاتا ہے۔ کیا چیز پسند کرتا ہے تو وہ محبوب کی پسند میں فنا ہو جاتا ہے۔ محبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ جن باتوں کا حکم نہ دیا جائے اُنہیں بھی ماننے میں مزا آتا ہے۔ تو سب سے پہلی بات جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یہ ہے کہ اُسے اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کی ہر چیز سے محبوب ہو۔ اب تقاضا محبت کا یہ ہے کہ جو محبوب کا حکم ہے وہ تو ماننا ہی ہے، اُس پر تو بات ہی نہیں کی جا سکتی۔ جس کام کا محبوب نے حکم نہیں دیا لیکن وہ چیز محبوب کو پسند تھی تو محبت کرنے والے کو وہ ادائیں بھی پسند ہو جاتی ہیں۔ جو اداؤں پہ جان نچھاور کرتا ہے وہ حکم کب چھوڑتا ہے۔ جو بندہ محبوب کی ادائیں اپنا لیتا ہے وہ بھلا محبوب کا حکم کیسے چھوڑے؟ یہ دعویٰ محبت کہ ہم اطاعت نہیں کرتے جو باتیں ہم پر فرض ہیں ہم اُن کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ جن چیزوں کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے ہم اُس کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ سود کھا رہے ہیں، دھوکے سے رشوت سے مال اکٹھا کیے جا رہے ہیں، دھوکے سے لوگوں کا مال بٹور رہے ہیں۔ یہ سارا حرام ہے۔ پھر بھی یہی کچھ کیے جا رہے ہیں۔ فرائض ادا نہیں کرتے، دعویٰ محبت بھی ہے تو یہ محبت نہیں یہ جذباتیت ہے۔ ایک جذباتی لگاؤ ہوتا ہے اور جذبات میں آ کر بندہ جان بھی لٹا دیتا ہے۔ محبت یہ ہے کہ بندہ سراپا اطاعت ہو جائے۔

مجھے اسم گرامی یاد نہیں ایک صحابیؓ تھے، ضعیف ہو گئے، نابینا بھی ہو گئے۔ حج پر جا رہے تھے اونٹ پر سوار تھے ایک جگہ سے اونٹ گزرا تو جھک گئے۔ جو ساتھ تھے انہوں نے عرض کی حضرت! کیوں اس طرح پالان کے ساتھ لگ گئے، یہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔ ہوتا ہے کہ اونٹ کسی درخت کے نیچے سے گزرے تو ٹہنیوں سے بچنے کے لیے بندہ کرتا ہے یہاں تو درخت نام کی کوئی چیز بھی نہیں۔ اب اُن کی بینائی جاتی رہی تھی تو وہ کہنے لگے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر یہاں سے گزرا تھا تو یہاں راستے میں ایک درخت ہوا کرتا تھا اُس کے نیچے سے جب اونٹ گزرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سے نیچے ہو گئے تھے۔ اب درخت تو نہیں ہے لیکن مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز پسند ہے۔ بینائی نہیں ہے لیکن انہوں نے وہ مقام حافظے میں رکھا ہوا ہے۔ درخت نہیں ہے لیکن وہ اُس طرح بچ رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا تھا۔ اب وہ کرنے کا حکم تو نہیں ہے۔ وہ عذر بھی رفع ہو گیا۔ اُس وقت تو درخت تھا، درخت کے نیچے سے اونٹ گزرا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیا۔ یہ محبت ہوتی ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا۔ اب یہ جھکنا نہ فرض ہے نہ سنت ہے، نہ واجب ہے نہ کوئی اس کا حکم ہے لیکن محبت کے اپنے انداز ہوتے ہیں تو سب سے پہلی صفت بندے میں یہ ہو کہ اُسے اللہ اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماسوا سے محبوب ہو۔ پھر محبت کے تقاضے پورے کرے۔ ادائیں اپنائے، پوچھتا پھرتا ہو کہ میرے محبوب کو غذا کون سی پسند تھی، سونا کس طرح پسند فرماتے تھے، باتیں کس طرح کرتے تھے، لوگوں سے سلوک کیسا تھا، مزاج کیسا تھا، حلیہ مبارک کیسا تھا، لباس کیسا پسند فرماتے تھے؟ وہ ادائیں اپنائے۔ ایک صحابیؓ مسجد نبوی میں آئے سرخ رنگ کی چادر اوپر لے رکھی تھی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند نہیں فرمایا۔ انہوں نے اُتار دی۔ دوبارہ خدمت عالی میں حاضر ہوئے حضور اکرمؐ نے پوچھا کہ وہ چادر کہاں گئی؟ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنور میں

پھینک دی۔ فرمایا گھر میں کسی خاتون کو دے دیتے، وہ تو سرخ رنگ تھا مردوں کو زیب نہیں دیتا تھا۔ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو آپ پسند نہ فرمائیں وہ دنیا میں، میرے گھر میں رہے یہ ممکن نہیں! محبت کے اپنے انداز ہوتے ہیں جسے اللہ اور اللہ کا رسول سب سے زیادہ محبوب ہو۔ محبت کی نشانی یہ ہے کہ وہ نہ صرف احکام پر عمل کرے بلکہ اداؤں کو اپنا تا پھرتا ہو، تلاش کرتا پھرتا ہو۔

دوسری صفت اُس میں یہ ہو کہ کسی بندے کو محبوب رکھتا ہو صرف اللہ کے لیے۔ اپنے کسی مفاد کے لیے محبوب نہ رکھتا ہو، ذاتی غرض کوئی نہ ہو کہ یہ بڑا خوبصورت ہے، یہ بڑا طاقتور ہے، یہ بڑا دولتمند ہے، یہ بڑا بااثر ہے، اس کے پاس بڑا عہدہ ہے، اس کی دوستی مجھے فائدہ دے گی۔ یہ چیزیں نہ ہوں۔ دوستی کی بنیاد یہ ہو کہ اللہ کا بندہ ہے۔ اللہ کا اطاعت گزار ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتا ہے۔ اس لیے مجھے اس سے بڑی محبت ہے اس سے مجھے پیار ہے۔ آج کل کے معاشرے میں تو یہ ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔ آج کل تو لوگ جن کو نیک سمجھتے ہیں وہ نیک ہوں یا نہ ہوں اللہ کی مرضی لیکن لوگ نیک سمجھتے ہیں ولی اللہ سمجھتے ہیں اُن سے بھی اُن کا تعلق اپنی اغراض کا ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے نہیں ہوتا۔ فلاں بزرگ کے مزار پر جاؤں گا تو دنیا کا یہ کام ہو جائے گا۔ فلاں پیر کے پاس جاؤں گا تو وہ دعا کریں گے میرا یہ کام ہو جائے گا۔ آج کل لوگوں کا پیروں سے تعلق، مزاروں سے تعلق دنیا کے لیے ہے۔ اللہ کے لیے نہیں ہے۔

فرمایا کسی سے تعلق ہو وہ اللہ کے لیے ہو کہ یہ اللہ کا بندہ ہے یہ اللہ کا مقرب ہے۔ اللہ کا نیک بندہ ہے مجھے اس سے پیار کرنا چاہیے۔ اس کی عزت کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ میرے رب کا بندہ ہے اُس کا اطاعت گزار ہے، نیک ہے۔

تیسری بات یہ فرمائی کہ جب اللہ نے اُس کو کفر سے نجات دی ہے اُسے نورِ ایمان نصیب ہوا ہے، وہ مسلمان ہے تو پھر کفر میں لوٹ جانے کو ایسا سمجھتا ہو جیسے کسی کو آگ میں ڈالا جاتا ہو۔ کوئی ضروری نہیں کہ کوئی مرتد ہی ہو جائے۔ کافرانہ طرزِ زندگی اپنانا بھی اس سے مراد ہو سکتا ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: فانه من ترک الصلاۃ فقد کفر (ابن حبان) جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اُس نے کفر کا کام کیا۔ جان بوجھ کر نماز نہ پڑھنا یہ کافروں کا کام ہے، اس نے مسلمان ہوتے ہوئے کافروں جیسا کام کیا۔ تو مراد اس حدیث مبارک سے بھی یہ ہے کہ جو کافرانہ ادائیں یا جو اللہ کی نافرمانی کو اس طرح بُرا سمجھتا ہو جیسا آگ میں پھینکا جانا بُرا سمجھتا ہے۔ اللہ ہمیں ہدایت دے! ہمارے ہاں بھی مفقود ہے، یہ بات بھی نہیں پائی جاتی۔ ایمان صرف اللہ کو ماننے کا نام نہیں۔ ایمان کی دو شرطیں ہیں اللہ کو ماننے بھی اور کفر کا انکار بھی کرے۔ بنیادی شرط ہی یہ ہے کہ ہمارا دین میں داخلے کا دروازہ جو ہے وہ کلمہ توحید ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اس میں پہلے لا الہ ہے۔ تمام معبودوں کی نفی کر دو، کوئی بھی نہیں ہے اب کہو اللہ ہے، تو ایجاب سے پہلے انکار ہے۔ جتنا اللہ کریم کو ماننا ضروری ہے اتنا ہی بلکہ اُس سے بھی زیادہ کفر کا انکار ضروری ہے۔ کفر کا انکار کیا ہوا؟ جب ہم نے سود بھی کھا لیا، زکوٰۃ بھی نہ دی، رشوت بھی لے لی، حرام طریقے سے دوسرے کا مال کھا لیا۔ تجارت میں دھوکا دے کر دوسرے سے پیسے لے لئے۔ لوگوں کے جان مال کی پرواہ نہ کی۔ عزتیں لوٹ لیں، لوگوں کو مار دیا، قتل کر دیا اور اُسے بہادری سمجھا تو یہ سارے کام کافرانہ ہیں۔ باقی تو صرف زبان سے کہنا رہ گیا کہ میں مسلمان نہیں ہوں اُس سے کیا ہوتا ہے۔ نتیجہ عمل پہ مرتب ہوتا ہے، دعوے پہ نہیں۔ زبان سے کوئی سارا دن کہہ دے میں نے کھانا کھا لیا، میں نے کھانا کھا لیا تو بھوک نہیں مٹتی۔ اگر زبان سے نہ بھی کہے عملاً کھانا کھا لے تو تسلی ہو جاتی ہے، تو نتیجہ اعمال پہ آتا ہے۔ کردار درست نہ ہو تو کیا فائدہ۔ اللہ کریم توفیق دے، ہم اللہ کریم اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب جاننا سیکھیں اور ہمارے تعلقات آپس میں معاشرے میں للّٰہیت کی بنیاد پر ہوں۔ (بقیہ صفحہ 47 پر)

شیخ المکرمؒ کی مجلس میں سوال اور اُن کے جواب

14 جون 2014ء

الشیخ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ○ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

سوال: کیا تصوف میں فرقہ بندی ہوتی ہے؟

جواب: یہ سوال تو میری سمجھ میں بھی نہیں آیا کہ فرقہ بندی سے آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟ آپ کا اس سے مقصد کیا ہے؟

سوال: جی یہ جو مختلف سلسلے کہے گئے ہیں جیسے ملامتی فرقہ کیا اس طرح کے اور فرقے بھی ہیں؟

جواب: سلسلے فرقے نہیں ہوتے، کچھ خدا کا خوف کرو۔

سوال: جی یہ سکول آف تھاٹ School of thought تو ہوتا ہے؟

جواب: یار School of thought فرقہ تو نہیں ہوتا اور نہ School of thought ہوتا ہے، یہ بھی آپ غلط لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ تصوف ایک ہی ہے اور مختلف مشائخ سے ذکر کرنے کے مختلف طریقے رائج ہیں۔ لیکن ذکر، اللہ ہی کا ہے اور مراقبات ایک ہی ہیں۔ اگر کسی کو آتے ہیں تو ٹھیک، نہیں آتے تو وہ جھک مارتا ہے، وہ فرقہ نہیں ہوتا۔ مراقبات کوئی کرے گا تو وہ یہی ہیں احدیت، معیت، اقربیت پر جائے گا اور کوئی مراقبہ الگ نہیں ہے، راستہ اس کا یہی ہے۔ ابتدا میں مشکلات ہوتی ہیں کہ یہ ذکر آہستہ آہستہ ذکر جہر سے شروع کرو، پھر آہستہ آہستہ اس لفظ کو چھوڑ کر صرف آواز رہ جائے۔ یہ پرانے ساتھیوں کو یاد ہوگا یہ مولوی سلمان نے شروع کیا تھا۔ اللہ ہو، اللہ ہو، اللہ ہو۔ پھر ہو ہو ہو پر سانس پہ جانا، تو یہ مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ یہ انتہائی طاقت ہے کہ کوئی شیخ نہ ذکر جہر کرائے، نہ ہو، ہا کرائے۔ سیدھا قلب پر توجہ دے اور قلب جاری ہو جائے، یہ انتہائی طاقت ہے۔ جو لوگ کمزور ہوتے ہیں تو جہ دے کر لطیفہ جاری نہیں کر سکتے۔ وہ دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ پہلے ذکر جہر شروع کرو پھر آہستہ آہستہ قلب پر آؤ اور یہ عموماً نسبت اویسیہ کے علاوہ تمام طریقوں میں ہے۔ اِلا ماشاء اللہ اور یہ فرقہ بندی نہیں ہے۔ ذکر کرنے کے طریقے مختلف ہو سکتے ہیں، لطائف کے مقامات مختلف ہو سکتے ہیں۔ یہ مبادیات ہیں ابتدائی چیزیں ہیں لیکن مقصد صرف وہی راستہ اپنانا جو راہِ سلوک ہے جو مقصد جسے بھی نصیب ہوگا وہ جائے گا احدیت، معیت اقربیت پر، اور اگر یہ نہیں ہے تو وہ اٹکل پچو لگاتا رہے گا۔ اس میں فرقہ بندی نہیں ہے، انداز ہیں مختلف اور ہر ذکر کا ہر انداز جس پر شریعت کی گرفت نہ آتی ہو وہ جائز ہے۔ نماز، روزے کی طرح ذکر کا کوئی طریقہ متعین نہیں ہے۔ جس طرح نماز کے اوقات اور رکعت متعین ہیں یا طریقہ متعین ہے، وضو ہو، منہ قبلہ رُخ ہو، کپڑے پاک ہوں وغیرہ۔ ذکر میں ایسی کوئی شرائط نہیں ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ (آل عمران: 191) ہر وقت کرو، ہر حال میں کرو۔ تو مختلف سلاسل میں طریقہ ہائے ذکر مختلف ہیں۔ صوفیوں میں ایک طبقہ ملامتی صوفیوں کا بھی تھا۔ ملامتی انہیں اس لیے کہتے تھے کہ وہ ایسے کام کرتے تھے کو لوگ انہیں ملامت کرتے تھے لیکن وہ کوئی کام خلافِ شریعت نہیں کرتے تھے۔ یہ بڑی سمجھنے کی بات ہے، وہ کوئی بھی کام خلافِ شریعت نہیں کرتے تھے

مثلاً سفر میں ہیں، مسافر کو اجازت ہے کہ وہ روزہ رکھے یا قضا کر لے، بعد میں رکھ لے تو اجازت ہے۔ اگر رکھ سکتا ہے تو رکھ لے بہت اچھا ہے۔ ان تصوموا خیر لکم اگر روزہ رکھ لو تو بہتر ہے اگر نہ رکھو تو جس سفر میں نماز قصر کی جاسکتی ہے اس میں روزہ قضا کیا جائے۔ اب وہ سفر میں ہوتے تو سفر میں لوگوں کے سامنے کھانا پینا شروع کر دیتے۔ شرعاً انہیں اجازت ہوتی تھی۔ شرعاً وہ گناہ نہیں تھا کیونکہ وہ روزے سے نہیں ہوتے تھے تو لوگوں کے سامنے کوئی ککڑی کھالی، کیلا کھالیا یا کوئی اور چیز کھالی تو لوگوں نے ملامت کر دی کہ دیکھو روزے میں ہے، اتنی داڑھی رکھی ہوئی ہے اور رمضان شریف کا مہینہ اور دن میں کھاتا پیتا ہے تو وہ اس طرح کی حرکتیں کرتے تھے جو اُن کے لیے شرعاً جائز ہوتی تھیں۔ لوگ اسے سمجھ نہیں سکتے تھے اور انہیں ملامت کرتے تھے اور وہ ایسا اس لیے کرتے تھے کہ اپنے نفس میں بڑائی نہ آئے، اسے ملامت ہوتی رہے۔ تو یہ جو آج کل کے ملامتی ہیں یہ تو کام ہی خلافِ شریعت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ملامتی ہیں۔ یہ ملامتی درست نہیں ہے۔ ملامتی صوفیاء اُنہیں کہا کرتے تھے جو لوگوں کے سامنے جاتے تو کوئی ایسی بات کر دیتے یا کام کر دیتے جو ان کے لیے شرعاً جائز ہوتا تھا لیکن لوگ اُسے نہیں سمجھ سکتے تھے تو وہ انہیں اس بات پہ ملامت کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ یہ نفس کا علاج ہے۔

سوال: کیا منصور حلاج ملامتی فرقے کے بانی تھے؟

جواب: منصور حلاج سیاست کی نذر ہو گئے، وہ کسی فرقے کے بانی نہیں تھے۔ منصور حلاج کی شہرت اتنی ہو گئی تھی کہ حاکم وقت کو ان سے خطرہ محسوس ہونے لگا تو اس نے انہیں سزائے موت دلا دی۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ انہوں نے کوئی ملامتی کام کیا تھا۔ سہو میں یا سکر میں کوئی ایسا لفظ منہ سے نکل جانا یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ یہ اچھا نہیں ہے، کمزوری ہے۔ سکر میں ایسے الفاظ منہ سے نکل جانا جو جائز نہ ہوں یہ کمزوری ہے۔ یہ کوئی اعلیٰ مقام نہیں ہے اور یہ کوئی عظمت نہیں ہے۔ سکر ویسے ہی کمزوری ہے کسی نبی پر سکر نہیں آیا۔ اگر سکر کمال ہوتا تو انبیاء کے پاس ہوتا، تو سکر میں کوئی لفظ نکل جانا پھر اس پر فتوے دے کر پھانسی دے دینا یا سولی دے دینا یا میت جلا دینا یہ ان کے سیاسی عمل کی بات تھی۔ ان کی شہرت اتنی ہو گئی لوگ اتنے اُن کے ساتھ ہو گئے کہ حکومت کو خطرہ لگا تو انہوں نے کہا کہ یہ قصہ مکاؤ۔

سوال: انسان کی زبان سے جانے انجانے کفریہ الفاظ نکل جاتے ہیں۔ کیا اس سے بیعت ختم ہو جاتی ہے؟

جواب: لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ انجانے کی تو بات نہیں، الفاظ تو ہم جان کر ہی منہ سے نکالتے ہیں اور اگر کوئی کفریہ الفاظ کہتا ہے تو ایمان چلا جاتا ہے۔ توبہ کرنے کے بعد کلمہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ ایمان عطا فرما دیتے ہیں۔ اس سے بیعت کیا اس سے ایمان ختم ہو جاتا ہے۔ اس سے بیعت کی کیا حیثیت ہے اس سے مسلمانی ختم ہو جاتی ہے لیکن یہ کیا مذاق ہے کیوں ایسے کفریہ الفاظ نکل جاتے ہیں؟ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں، اللہ نے کسی کو اتنا بے اختیار نہیں بنایا۔ جو ادا کرتا ہے وہ جان بوجھ کر کرتا ہے۔ کسی گناہ کے لیے یہ کوئی جواز نہیں کہ یہ مجھ سے بے اختیار ہو گیا۔ اگر بے اختیار بندہ کفر تک جاسکتا ہے تو پھر گناہ کی کیا حیثیت ہے، پھر جو چاہے کرے اور کہہ دے یہ بے اختیار ہو گیا، یہ نہیں ہے۔ اس کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بندہ جو کرتا ہے برا کرتا ہے، بھلا کرتا ہے، اپنے اختیار سے کرتا ہے اور بندہ جو کفر میں چلا جاتا ہے ضروری نہیں ہے کہ اس نے توبہ کی ہو اور قبول ہو گئی ہو یہ اس کی مرضی پر ہے۔ کس قدر وہ کفر میں گیا، کس ارادے سے گیا؟ توبہ کی توفیق دیتا بھی ہے کہ نہیں یا یہ زبانی توبہ توبہ کہتا ہے۔ وہ مانتا بھی ہے کہ نہیں۔ یہ اتنا آسان مسئلہ نہیں ہے کہ کافر ہو گئے اور پھر مسلمان ہو گئے، یہ اتنا آسان مسئلہ نہیں ہے، اور آدمی گناہ سے لرز جاتا ہے اور کفر کرنا، یہ کیا بات کرتے ہو؟ اللہ پناہ دے، مومن کس حال میں کفر کرتا ہے؟ یہ مذاق نہیں کہ ابھی توبہ کر لی، ابھی مسلمان ہو گئے، پھر ابھی کافر ہو گئے۔ کفریہ الفاظ ادا کرنے سے مسلمانی رخصت ہو جاتی ہے تو پھر بیعت کہاں رہے گی۔ اس سے پہلے کی ہوئی

ساری نیکیاں تباہ ہوجاتی ہیں، سارے اعمال سلب ہوجاتے ہیں، کچھ نہیں بچتا۔ جب بندہ کفریہ الفاظ کہتا ہے تو زندگی میں جو کچھ کیا ہوتا ہے کچھ باقی نہیں رہتا۔ ہر چیز، سلیٹ صاف ہوجاتی ہے نہ اس میں بیعت بچتی ہے نہ اس میں اذکار بچتے ہیں نہ اس میں نماز روزے کا ثواب بچتا ہے۔ جو کچھ کرچکا تھا اب تک وہ سارا صاف ہوجاتا ہے یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ لوگوں نے بہانہ بنالیا ہے کہ جی مجھ سے بے اختیار ہوگیا۔ اللہ نے آپ کو اختیار دیا ہوا ہے آپ بے اختیار کیسے ہوگئے؟

سوال: اگر بیعت ختم ہوجاتی ہے تو تجدید کی کیا صورت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ بیعت کی تجدید کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے؟

جواب: تو وہی تو میں کہہ رہا ہوں تو یہ بھی کم نصیب ہوتی ہے۔ میرے بھائی جو دیدہ دلیری سے کفر اختیار کرتے ہیں تو اللہ بڑا بے نیاز ہے پھر وہ کہتا ہے اب ادھر ہی رہ کر دیکھ لو۔ اسے بندوں کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا یہ تصور بھی نہیں کرنا چاہیے کہ کوئی مومن کفریہ کلمہ کہے گا۔

سوال: عام آدمی کے لیے برکاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جاننا کتنا ضروری ہے؟

جواب: میرے بھائی فرض کا جاننا فرض ہے۔ سنت کا جاننا سنت ہے۔ واجب کا جاننا واجب ہے۔ نفل کا جاننا نفل ہے۔ اب کوئی اتنا بھی بے خبر نہ ہو کہ اسے نماز، روزے اور فرائض، دینی یا دنیوی اس کی جو اپنی بھی ذمہ داریاں ہیں اُسے ان کا بھی پتا نہ ہو۔ اسے پتا ہونا چاہیے کہ مجھ پر کیا فرض ہے؟ فرض کا جاننا ہر فرد کے لیے فرض ہے۔ سنت کا جاننا سنت ہے اور واجب کا جاننا واجب ہے اور نوافل کا جاننا نفل ہے اور کوئی اس سے زیادہ علم حاصل کرتا ہے تو وہ نفل ہے لیکن کم از کم مسلمان کو فرائض، سنت، واجبات کا علم ہونا چاہیے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ وہ کتابیں پڑھ کر ہی جانے۔ کسی سے سن کر سیکھ لے۔ جاننا چاہیے، جاننا ضروری ہے۔ پڑھنا لکھنا اُس طرح ضروری نہیں۔

سوال: اسلام کے خلاف اور کفریہ کلمات منہ سے کیوں نکلتے ہیں؟ وجوہات؟

جواب: اسلام کی سب سے پہلی شہید خاتون اس بات پہ شہید ہوئی تھیں کہ ابوجہل کہتا تھا کہ تم دل سے نہ کہو زباں سے کہہ دو کہ میں اللہ کو نہیں مانتی اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دین چھوڑتی ہوں۔ تو وہ فرماتی تھیں کہ میں کیسے کہہ دوں جب میں دیکھ رہی ہوں کہ اللہ ایک ہے۔ میں کیسے کہہ دوں؟ مطالبہ یہ تھا کہ دل سے نہ کہو، زباں سے کہہ دو، شہید ہوگئیں لیکن انہوں نے کہا میری زباں یہ نہیں کہہ سکتی۔ اسے کہا جاتا تھا کہ اتنا کہہ دو میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ کیسے کہہ دوں، میری زبان یہ کس طرح کہہ سکتی ہے؟ یہ نہیں ہوسکتا۔ تو بھائی ایک مسلمان کس طرح کفریہ کلمہ کہتا ہے۔ اللہ معاف کرے، اللہ پناہ دے۔ یہ کون سا اسلام ہے کہ آپ غصے میں آتے ہیں، آپ کفر بک دیتے ہیں۔ آپ کا کوئی نقصان ہوتا ہے آپ کفر بک دیتے ہیں، کیا نقصان ہوتا ہے؟ نقصان تو آپ کی اپنی کسی نااہلی کی وجہ سے ہوا اس میں اسلام کا کیا قصور ہے؟ آپ نے اپنی دکان کھولی اور نقصان کرلیا، کوئی سودا کیا اور اپنا نقصان کرلیا، کوئی چیز کھائی بیمار ہوگئے اور قصور اس میں نکل آیا اسلام کا اور اللہ کا اور آپ بکواس کرنے لگ گئے۔ یہ تو کوئی سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ یہ اس طرح کے کفریہ کلمات جن سے نکلتے ہیں انہیں اپنے دلوں کی خبر لینی چاہیے۔ ان کے دلوں میں اسلام ابھی پہنچا بھی ہے کہ نہیں؟ ایک تو یہ ہے میں نے عرض کیا تھا کہ مسلمانی ہمارے گلے پڑگئی ہے، تو وہ گلے میں ہی ہے یا دل تک پہنچی بھی ہے۔ دل تک پہنچ جائے تو پھر کفریہ کلمات کی طرف زبان نہیں جاتی۔ تو خبر اس بات کی لینی چاہیے کہ دل تک بات پہنچی بھی ہے کہ نہیں؟ دل نے اُسے قبول بھی کیا ہے کہ نہیں؟

ہم ایک دفعہ کہیں جارہے تھے تو میرے ساتھ ایک بزرگ ساتھی تھے وہ فرمانے لگے کہ بہت بڑے بزرگ کا مزار ہے فاتحہ پڑھتے ہیں۔ ان کے مزار پر چلے گئے تو میں نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ بہت بڑے بزرگ تھے لیکن قبر میں تو تاریکی ہے۔ کہنے لگے بہت

بڑے بزرگ تھے، بہت بڑے عالم تھے، دنیا ان کی عزت کرتی تھی اور دنیا ان کو جانتی تھی۔ میں نے کہا سب کچھ ہوگا لیکن قبر میں تو روشنی نہیں ہے، تو وہ جو ساتھی ساتھ تھے اُن کو تجسس ہوا کہ پوچھیں تو سہی کہ ہوا کیا ہے؟ تو میں نے جاننے کے لیے عرض کیا، آپ کی شہرت تو اہل اللہ کی ولی اللہ کی، بہت بڑے فاضل عالم کی ہے اور قبر میں یہ کیا حال ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ میں ساری عمر قرآن وحدیث پڑھاتا رہا ہوں، دنیا میں میرے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں اور پڑھاتے پڑھاتے، قیامت کے بارے پڑھا پڑھا کر میرے اپنے دل میں تردد پیدا ہوگیا کہ یہ قیامت کیا ہے، ہوگی بھی کہ نہیں؟ یعنی ساری زندگی ایک لفظ کو دہراتے دہراتے اس میں مجھے شک ہوگیا کہ یہ پتا نہیں ہوگی بھی کہ نہیں؟ کیسے ہوگی؟ یہ اتنی ساری مخلوق جو گزر چکی، آج کی دنیا میں جو مخلوق ہے اسے اکٹھا کرنا مشکل ہے تو حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک آئیں گے، کیسے ایک جگہ اکٹھے ہوں گے؟ اور کیسے ایک ایک بندے کا حساب ہوگا، یہ تو بڑا لمبا کام ہے، پتا نہیں ہوگا، نہیں ہوگا؟ کہتے ہیں مرنے کے بعد پتا چلا کہ پلے کچھ نہیں ہے، ایمان بھی نہیں ہے۔ میں نے یہ بھی عرض کیا کہ نجات کی اُمید ہے؟ کبھی کسی زمانے میں، عذاب ہو، ہو کر جان چھوٹ جائے۔ کہنے لگے کوئی اُمید نہیں۔

الحمدللہ! قرآن کریم پہلے بھی پڑھتے تھے، پڑھاتے بھی تھے، سارا چلتا رہتا تھا اُن سے ملاقات کے بعد میں منزل پڑھ رہا تھا تو یہ آیت کریمہ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا (المومن: 59) گزری تو تب وہ مجھے کھٹکی کہ جس طرح ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرہ: 2) کہ اس کتاب میں کوئی ادنیٰ سے شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح قیامت کا بھی میں نے دیکھا۔ یہ آیت ہزار بار پڑھی ہوگی، لاکھوں بار پڑھی ہوگی لیکن اُن سے ملنے کے بعد جب وہ آیت نظروں سے گزری تب احساس ہوا کہ یہ تو بڑا نازک معاملہ ہے۔ ریب کہتے ہیں شک کے ادنیٰ ترین حصے کو، کم ترین حصے کو تو اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا۔ (المومن: 59) ادنیٰ ترین شک کی بھی گنجائش نہیں ہے، تو یہ جو کفریہ کلمات نکلتے ہیں تو اس کا مطلب یہ کہ دل میں ایمان ابھی راسخ نہیں ہوا۔ دل کی فکر کریں، ایمان کو دل میں اُتاریں، دل میں اُتر جائے تو بے اختیار کیا، اختیار سے بھی نہیں نکلتے۔ پھر دل مانتے ہی نہیں کہ ایسا کیوں کہا جائے، لوگ جانیں دے دیتے ہیں۔ خاتون نے جان دے دی حالانکہ خواتین کمزور ہوتی ہیں مردوں کی نسبت، کتنی ایذاء سہی ہوگی۔ کتنا انہوں نے مارا ہوگا، کتنی تکلیفیں دی ہوں گی۔ وہ تو تھک کر انہوں نے شہید کر دیا کہ یہ نہیں مان کے دے رہی حالانکہ ابوجہل کہتا بھی رہا کہ تم دل میں وہی عقیدہ رکھو زبان سے تو کہو۔ کوئی ہماری لاج تو رکھ لو۔ لوگ کیا کہیں گے کہ وادی کا اتنا بڑا سردار تھا ایک عورت نے اُس کی بات نہیں مانی۔ میں لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گا، تم زبانی کہہ دو کہ میں کہہ سکوں کہ میں نے اس سے کہلوایا۔ انہوں نے کہا میں جو دیکھ رہی ہوں اس کا انکار کیسے کر دوں؟ یہ حقائق تو میرے سامنے ہیں۔ اب وہ جو دیکھ رہی تھی وہ دل دیکھ رہا تھا، ظاہری آنکھیں تو نہیں دیکھتیں۔ حقائق کو، کیفیات کو دل دیکھتا ہے تو میاں دل کی خبر لیجئے اور اسلام کو دل میں اُتاریئے۔ اللہ آپ کو اس کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین ○

تازہ میرے ضمیر میں معرکہ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بو لہب

عین وصال میں مجھے حوصلہ نظر نہ تھا
اگرچہ بہانہ جو رہی میری نگاہ بے ادب

عالمِ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کر ہے فراق
وصل میں مرگِ آرزو ہجر میں لذت طلب

علامہ محمد اقبالؒ

04-12-2016

بعثتِ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

الشیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ o اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

معزز مہمانانِ گرامی، حاضرینِ محفل، حضرات و خواتین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج کی اس مبارک محفل میں، میں یہ چاہتا ہوں کہ آج میں تقریر نہیں کروں گا، تقریر مقرر کا جوشِ بیان ہوتی ہے، شعبہ بیانیاں کی جاتی ہیں، لہجے کا زیر و بم ہوتا ہے، الفاظ کا انتخاب ہوتا ہے اور سارا زور اس بات پر ہوتا ہے کہ جو میں کہہ رہا ہوں یہ قبول کیا جائے، میری بات مانی جائے، میں نہیں چاہتا کہ جو میں کہتا ہوں میری بات مان لیں نہیں۔ آج ہم باتیں کریں گے، میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم آپس میں باتیں کریں، گفتگو کریں، بات ہو۔ بات منوانے کے لیے نہیں ہوتی۔ بات ہوتی ہے سمجھنے سمجھانے کے لیے یا شاید آپ مجھے سمجھا سکیں۔ ہوسکتا ہے اللہ توفیق دے کوئی بات میں آپ کو سمجھا سکوں۔

ہم آپ روبرو ہیں، ماہِ مبارک ہے، ربیع الاوّل ہے، اللہ کے ان چند مبارک مہینوں میں سے ہے جنہیں ہر مسلمان بڑی عقیدت، بڑے احترام، بڑے ادب، بڑے پیار، بڑی محبت سے دیکھتا ہے۔ یہ وہ بارگاہ ہے جس کے طریقے، سلیقے، آداب رب العالمین نے سکھائے ہیں۔ ہوا یہ کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرۂ مبارک میں جلوہ افروز تھے، چند مخلص مسلمان دیہاتی، کاشتکار، چرواہے، مال مویشی، کام روک کر کوئی دینی مسائل پوچھنے کے لیے حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہوتے تھے، سائل آتے، فیض یاب ہوتے۔ وہ جب آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک میں تھے، اب انہیں جلدی تھی، مویشی چھوڑ کر آئے ہیں، ریوڑ چھوڑ کر آگئے ہیں۔ انہوں نے جرأت کی، حجرۂ مبارک کے باہر سے آواز دی، ''یارسول اللہ! یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اللہ کریم کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ فرمایا، یہ جرأت؟ میرے حبیب کو ڈسٹرب (Disturb) کر رہے ہو، وحی آگئی۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. (الحجرات:۴)۔ یہ لوگ جو حجرۂ مبارک کے باہر سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکار رہے ہیں یہ جاہل اور اُجڈ ہیں۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْجٰهِلُوْنَ جاہل اور اجڈ ہیں۔ مخلص مسلمان تھے، صحابیؓ تھے، سختی سے منع کیا گیا، کوئی عذاب کی وعید نہیں آئی۔ اگر کوئی غیر مسلم ہوتا تو پتا نہیں کون سے عذاب کی وعید آتی۔ انہیں اس طرح پکارنے سے روک دیا گیا۔ یا اللہ! پھر کب بات کریں؟ فرمایا: حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ. (الحجرات:۵) بیٹھے رہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر بھی تشریف لائیں، کسی اور طرف متوجہ ہوں تو تم اپنی طرف متوجہ نہیں کرسکتے۔ حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ. (الحجرات:۵) جب اپنی مرضی سے تم لوگوں کی طرف رُخِ انور پھیریں پھر گزارش پیش کرو۔ وحی الٰہی کے مخاطب کون تھے؟ بارگاہِ عالی میں جلیل القدر صحابہؓ بیٹھے ہیں، مہاجرینؓ مکہ بیٹھے ہیں، انصارؓ مدینہ بیٹھے ہیں، غازیانِ بدر واحدؓ بیٹھے ہیں، باتیں ہوتی ہیں، آواز اونچی بھی ہوجاتی ہے، فوراً وحی الٰہی آگئی۔ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ

فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِیِّ ۔ (الحجرات:۲) صحابہؓ بیٹھے ہیں، وہ لوگ بیٹھے ہیں جنہوں نے دین کے لیے گھر بار، خویش، قبیلے سب کچھ ترک کردیا۔ وہ بیٹھے ہیں جنہوں نے جانیں نچھاور کیں، بیٹے قربان کئے، فرمایا، آواز اونچی نہ ہو۔ اگر آواز اونچی ہوگئی۔ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُکُمۡ ۔ (الحجرات:۲) اس آیت مبارکہ سے مراد یہ ہے کہ میں ساری تمہاری قربانیاں تمہارے منہ پہ دے ماروں گا۔

آگے چلو اللہ کا ایک فرشتہ ہے، اسے ملک الموت کہتے ہیں۔ بڑا وسیع نظام ہے اس کے ماتحت۔ جتنے بندے دنیا میں آتے ہیں، اس کا ایک ملازم ہر بندے کے ساتھ ہے۔ جب اللہ کا حکم آجاتا ہے اور جس کے لیے آتا ہے وہ اپنے ماتحت کو اشارہ کرتا ہے، اُسے اللہ کا حکم ہوتا ہے، اسے پتا ہوتا ہے معین وقت کا، تب وہ اشارہ کرتا ہے اور روح قبض ہوجاتی ہے۔ فقیر بھی ہوتے ہیں، امیر بھی ہوتے ہیں، گدا بھی ہوتے ہیں، بادشاہ بھی ہوتے ہیں۔ پتا تب چلتا ہے جب فرشتے روح لے کر چلے جاتے ہیں۔

طبیعت مبارک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ناساز ہے۔ اپنی محبوبہ زوجہ محترمہؓ کی گود میں آرام فرمارہے ہیں۔ دخترؓ نیک اختر تیارداری کررہی ہیں۔ کوئی حجرۂ مبارک کے باہر سے آواز دیتا ہے: یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اندر آنے کی اجازت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دخترؓ نیک اختر کو بات پسند نہیں آئی۔ ترشی سے جواب دیتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعتِ مبارک میں گرانی ہے اور تم اجازت طلب کررہے ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، بیٹا اس نے کبھی کسی سے اجازت نہیں مانگی، اس کے تو نمائندے کام کرتے ہیں، یہ تیرے باپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دروازہ ہے، جہاں یہ خود کھڑا ہے! اجازت مانگ رہا ہے، بیٹا! یہ ملک الموت ہے۔

اس بارگاہ میں میرے بھائی! عشق ومحبت بھی آداب کے پابند ہیں۔ عشق ایک جنون کا نام ہے، جنون پابندیاں نہیں مانتا لیکن اس بارگاہ میں عشق بھی پابندِ ادب ہے۔ ہم چاہتے ہیں ہم محبت کریں جیسا ہم چاہتے ہیں۔ رب چاہتا ہے ایسے محبت کرو جیسے میں چاہتا ہوں۔ ہم اپنی بات منوائیں یا اپنے رب کی مانیں؟

ولادتِ باسعادت پہ ہم برکات کا ذکر کرتے ہیں، معجزات کا ذکر کرتے ہیں، وصال پہ کوئی درود واوراد کرے گا، اپنی بخشش مانگے گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے۔ بعثت کی بات آئے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کی بات ہوگی اور جب پیغام کی بات آتی ہے تو ہم کنی کترا جاتے ہیں۔ یہ رویہ تو صحیح نہیں ہے۔ ارشاد باری ہے: اِذۡ بَعَثَ فِیۡہِمۡ رَسُوۡلًا ۔ (آل عمران:۱۶۴) ان ہی میں سے میں نے اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیدا کیا۔ ایسا بندہ پیدا فرمادیا جو کائنات میں بےمثل وبےمثال ہیں۔ جن کے جیسا دوسرا کوئی بندہ میں نے پیدا نہیں فرمایا۔ یا اللہ! ایسا کیا کمال ہے؟ فرمایا: یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتِہٖ ۔ (آل عمران:۱۶۴) میری باتیں بندوں کو سناتے ہیں۔ بندوں کو مجھ سے ہم کلام کرتے ہیں۔

کردیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تونے

فرمایا، جو چاہتا ہے کہ میں اللہ کریم سے باتیں کروں۔ ایسا لمحہ آئے، کوئی ایسا موقع آئے۔ میری زندگی میں بھی کوئی ایسا وقت آئے کہ میں رب سے باتیں کروں، فرمایا: فلیقراء القرآن تو قرآن پڑھو، رب سے باتیں کررہے ہوگے، رب تم سے مخاطب ہوگا، تم رب کی بات سن رہے ہوگے، تم رب سے بات کررہے ہوگے۔ اللہ سے بات کرادی اور بس؟ فرمایا نہیں۔ اللہ سے بات کرادی پھر وَیُزَکِّیۡہِمۡ ان کے آلودہ دلوں کو تجلیاتِ باری سے منور کردیا، روشن کردیا، پاک کردیا۔ اتنا پاک کردیا کہ فرشتے اس پاکی کو ترستے ہیں۔ وہ تقدس ملائکہ کو نصیب نہیں ہوا، اس سے زیادہ قلوبِ انسانی کو طہارت اور تقدس دے دیا۔ دلوں کو روشن کردیا، منور کردیا۔ تجلیاتِ باری کی آماجگاہ بنادیا۔ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ (آل عمران: ۱۶۴) اور اللہ کی کتاب کے علوم کے خزانے بانٹ دیئے۔ وَالۡحِکۡمَۃَ

(آل عمران: ۱۶۴)۔ کائنات کی ساری دانائیاں، ساری دانش ان ہی معنی میں سمو کر مومنوں کے سینے میں اُتار دی۔ جب قرآن کی تعلیمات تھی تو ہمارا عالم کیا تھا؟

جہاں دار و جہاں گیر و جہاں بان و جہاں آراء

جن مسلمانوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات تھیں وہ کیا تھے؟ جہاں دار و جہاں گیر و جہاں بان و جہاں آراء۔ اور آج ہم غلام کیوں ہیں؟ مغرب نے ہماری رگِ جان کاٹ دی ہے۔ اس تعلیم سے الگ کر کے ہمیں اپنے پیچھے اپنے نظامِ تعلیم میں سمو دیا۔ وہ ہمیں کیا سکھاتا ہے؟ دنیا کی چیزوں کا غلط استعمال۔ دین اور دنیا میں کیا فرق ہے؟ یہ سمجھتے ہیں دین صرف آخرت کے علم سکھاتا ہے۔ دنیا کے علم تو دین سے باہر ہیں۔ نہیں بھائی! دین اسلام کیا ہے؟ دنیا کی ساری چیزوں کو ان کے بنانے والے کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کرنا اسلام ہے۔ اسلام سارے دُنیوی علوم سکھاتا ہے، اور اگر یہ تجلیات جو وَیُزَکِّیْہِمْ میں ہیں، یہ نصیب ہو جائیں تو دیکھو تاریخ عہد نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ ریوڑ چھوڑ کر لوگ آئے، چرواہے آئے، تنومند جری، مخلص دلیر حضور ﷺ نے فرمایا صبح جو غازی جا رہے ہیں محاذ پر ان کا کمانڈر یہ ہوگا۔ دنیا بھر کی افواج میں جرنیل بننے تک بندے کی بھنویں سفید ہو جاتی ہیں۔ کالجوں سے نکلتا ہے تو فوجی تربیت گاہوں میں لیفٹیننٹ سے لے کر جنرل بننے تک اس کی عمر کٹ جاتی ہے، بھنویں سفید ہو جاتی ہیں، ہزاروں میں سے کوئی ایک اس درجے کو پہنچتا ہے۔ دنیا کی تعلیم گاہوں میں، یونیورسٹیوں میں تربیت گاہوں میں پڑھ لکھ کر آتا ہے۔ کتنے جرنیل ہیں جنہیں تاریخ یاد رکھتی ہیں؟ اور یہ جو جنگلوں سے صحراؤں سے اُٹھ کر آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنِ واحد میں جرنیل بنا دیا۔ ایسا کوئی اور ہے جسے تاریخ بھلا سکتی ہے؟ اسلام تو ایسا آبِ حیات ہے، عمر بھر کی یونیورسٹیوں کی، اداروں کی تعلیم وہ جرأتِ رندانہ، وہ آب و تاب، وہ چمک دمک، وہ سیاسی شعور، وہ فتوحات کے جذبے، وہ جنگی فلسفے، وہ نشیب و فراز نہ دے سکی جو لمحے بھر کی رفاقتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا کر دیا۔

رب کریم تو یہ دن منانے کی دعوت دیتا ہے۔ فرماتے ہیں، صرف دن نہ مناؤ اس جذبے کو زندہ کرو، برکاتِ نبوت کو سینوں میں سماؤ۔ اپنے دُکھ یہاں ڈھیر کر دو۔ برکاتِ نبوت سے جھولیاں بھر کے لے جاؤ۔ کوئی ہے جو دنیا میں دکھ سمیٹے اور سکھ عطا کرے؟ یہ اللہ کی بارگاہ ہے، یہ بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے، جو آتا ہے سارے دُکھ، ساری تکلیفیں وہاں ڈھیر کر کے ساری خوشیاں لے کے آ جاتا ہے لیکن کوئی وہاں پہنچے تو سہی! ہم وہاں جائیں تو سہی! وہاں جانے کا سلیقہ تو سیکھیں! وہاں جانے کا طریقہ تو سیکھیں! کیسے عجیب لوگ تھے جنہوں نے یہ سلیقہ سیکھا، اُحد میں ایک صحابیؓ کو تلوار لگی، اوپر سے ان کی آنکھ کٹ گئی، الگ نہیں ہوئی، لٹک گئی، چمڑہ بچ گیا، لٹک رہی تھی۔ وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستِ اقدس سے آنکھ کو واپس رکھ دیا۔ سارے آپریشن مکمل ہو گئے، بینائی واپس آ گئی، زخم بھر گیا، پھر جنگ میں شریک ہو گئے سبحان اللہ! ایک اور صحابیؓ بڑے زخمی ہوئے، انہیں ساتھیوں نے اُٹھایا، کہا بارگاہِ رسالت میں لے جاتے ہیں، زخم بھر جائیں گے۔ اس نے کہا نہیں، زخم بھرنے کے لیے نہیں۔ مجھے لے ضرور جاؤ لیکن میرے رخسار قدم مبارک میں رکھ دو اور دعا کرو میری روح وہاں قبض ہو جائے۔ اللہ نے ان کی تمنا پوری کی، جہاں وہ حیات بٹ رہی تھی وہ دنیا کی حیات چھوڑ کر وہاں سے ابدی حیات لے آئے۔ کبھی کیا نہیں ہے وہاں، اس دامن میں کیا نہیں ہے! اس دامن میں کیا کچھ ہے، وہ دامن ہاتھ میں آئے تو! ہم ہاتھ کہاں پہنچا رہے ہیں؟ اپنا ہاتھ اس دامن تک تو لے جاؤ!

ارے میرے بھائی! بارگاہ بڑی عالی ہے، بڑی نازک ہے، بڑا نازک رشتہ ہے اور اس بارگاہ کے آداب وہ پروردگار خود سکھاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے۔ روضۂ اطہر

میں جلوہ افروز ہیں، عہد ابوبکر صدیقؓ خلافتِ راشدہ کا دور تھا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی حجرے میں مقیم تھیں۔ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام تھا، قبرِ اطہر تھی، ایک طرف اماںؓ مقیم تھیں۔ سامنے گلی تھی، دوسری طرف ایک گھر تھا۔ اس گھر کی خاتون یا مرد نے دیوار میں کوئی کیل ٹھونکنا چاہی، کوئی چیز لٹکانا ہوگی، کوئی ضرورت ہوگی، ٹھک ٹھک کی آواز آئی۔ فوراً اُم المومنینؓ نے خادمہ دوڑائی اور آپؓ کا پیغام کیا تھا؟ اسے جا کے کہو لا تؤذوٗ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم یہ تمہاری کھٹ کھٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذاء دے رہی ہے۔ وہ ادب جو اللہ نے سکھایا وہ آج روضۂ اطہر پر بھی وہی ہے۔ یہ میری گزارش ان سے بھی ہے جو حج عمرے پہ جاتے ہیں وہاں دھکم پیل نہ کریں، اس بارگاہ کے آداب آج بھی وہی ہیں، روضۂ اطہر کے آج بھی وہی آداب ہیں، قیامت تک وہی رہیں گے۔ دو ہی راستے ہیں، دامانِ رسالت جنت میں، محروم دامن جہنم میں۔ اور جہنم بڑی اوکھی جگہ ہے، بڑی تکلیف دہ جگہ ہے پھر وہاں موت نہیں ہے، جان چھوٹے گی نہیں، ابدالاباد جہنم۔ اور دامانِ رحمت میں ابدالآباد جنت، یہ بارگاہ تو بڑی احتیاط کا تقاضا کرتی ہے، یہ معاملہ تو بڑا نازک ہے اور روئے زمین پر واحد یہ بارگاہ ہے جس کے آداب قرآن کریم سکھاتا ہے۔ منافقین نے ایک جسارت کی۔ عربی کا ایک لفظ تھا، راعنا۔ یہ رعایت سے ہے جیسے انگریزی میں کہتے ہیں Excuse me۔ آپ بات کرتے ہیں، اگلے نے نہیں سمجھی تو کہتے ہیں Excuse me، تم یہ بات دہرا دو۔ مطلب معنی تو اس کا ہے کہ مجھے معاف کریں لیکن مراد یہ ہوتی ہے کہ یہ بات دہرا دیں۔ اسی طرح عربی میں کہتے تھے راعنا کہ ہم سے رعایت کیجئے۔ بات سمجھی نہیں یہ دوبارہ دہرا دیں۔ منافقین حرف 'ی' پہ زیر پڑھ کر راعِینا کہہ دیتے تھے۔ راعی کہتے ہیں چرواہے کو۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں بھی چرائی ہیں تو وہ اسے طعنہ بنا کر کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو چرواہے ہیں۔ اللہ کریم کو اس پر اتنا غضب آیا کہ اس کا متبادل لفظ دے دیا۔ فرمایا یہ لفظ لغت سے نکال دو، فرمایا: لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا (البقرہ: ۱۰۴) رَاعِنا کو عربی لغت سے نکال دو اس کی جگہ انْظُرْنَا کہا کرو۔ ذرا نزاکت دیکھو اس بارگاہ کی! اس رب العالمین نے فرمایا یہ راعنا عربی لغت سے نکال دو، کوئی کلمہ گو راعنا نہ کہے۔ یا اللہ کیا کہیں؟ فرمایا، اُنظرنا کہا کرو کہ ہماری طرف نظرِ کرم فرما دیجیے۔

غور کریں کہ بے ادبی تو منافق کرتے تھے۔ مومن سے فرمایا، منافقوں جیسی حرکت مومنوں کو زیب نہیں دیتی جو لفظ منافق کہتے ہیں وہ مومن کے منہ سے نکلے؟ وہ مومن کی لغت میں نہیں ہونا چاہیے۔ اب ذرا اپنے جشن دیکھ لو! کہیں یہ منافقوں جیسے، کافروں جیسے، یہودیوں جیسے تو نہیں؟ کہیں مرنے کے بعد تم بھی موم بتیاں تو نہیں جلا دیتے ہو جیسے کافر جلاتے ہیں؟ نہیں آپ تو ایسا نہیں کرتے ہوں گے؟ یہ تو کافروں کے کام ہیں، ان کے پاس دعا مانگنے کو کچھ نہیں ہے۔ ان کا کوئی مالک نہیں جس سے وہ مانگیں۔ ان کا کوئی عقیدہ نہیں، اندر بھی آگ جل رہی ہے، اوپر بھی آگ جلا دیتے ہیں۔ ہم تو ایسا نہیں کرتے۔ اگر کرتے ہو تو توبہ کرو، وہ تو ایک منٹ کی خاموشی نہ کریں تو کیا کریں؟ نہ ان کا مالک سے کوئی رابطہ، نہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن ان کے ہاتھ میں تو سیکھیں تو کہاں سے، سمجھیں تو کہاں سے؟

ہمارے بھی جواب نامور لوگ جسے کیا کہتے ہیں جی؟ Elite class ہیں۔ ہم ہی جیسے کھانا بھی کھاتے ہیں۔ باتھ روم بھی جاتے ہیں، سوتے بھی ہیں، جاگتے ہیں بھی ہیں پتا نہیں Elite کہاں سے بن گئے ہیں؟ لیکن کوئی فرق ہوگا ورنہ تو ہم ہی جیسے ہیں۔ تو Elite ہمارے بھی ایک منٹ کی خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ تمہیں کلمہ بھی نہیں آتا، خاموشی کی کیا ضرورت ہے، تمہیں کوئی قل شریف بھی نہیں آتا؟ لیکن اللہ کی مرضی۔ یہ کافروں کی رسمیں میرے بھائی آہستہ آہستہ ہمارے اندر گھستی جا رہی ہیں۔ خدا کے لیے انہیں روکو! اربابِ اختیار

سے بھی میری گزارش ہے۔ حکمرانو! آپ ہماری جانوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہو، حکمرانو! آپ ہماری عزتوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہو، حکمرانو! آپ ہمارے اموال کی حفاظت کے ذمہ دار ہو، حکمرانو! آپ ہمارے ایمان کی حفاظت کے بھی ٹھیکیدار ہو۔ ایک ایک مسلمان چوکیدار سے لے کر صدر اور وزیر اعظم تک کا دامن پکڑ کر لے جائے گا کہ انہوں نے مجھے گمراہ کیا تھا۔ خدا کے لیے اپنی عاقبت بھی سنوارو، ہمیں بھی نیکی کے راستے پر لے جاؤ، کرو، حکومت تم ہی کرو، تم ہی نے کرنی ہے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں، الف آجائے، ب آجائے، ج آجائے لیکن اللہ کے لیے مسلمانوں پر مسلمانوں کی حکومت کرو۔ کماؤ دولت، کس نے روکا ہے؟ خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (البقرہ: ۲۹) روئے زمین پر جو کچھ ہے تمہارے لیے ہے لیکن جس نے بنایا ہے اس نے کمانے کا طریقہ اور اسلوب بتائے ہیں اس طرح لو، چھینو جھپٹو نہیں۔ غریبوں کے خون سے، مساکین کی ہڈیوں اور گوشت سے محلات تعمیر نہ کرو۔ حلال کماؤ، اچھی گاڑیاں رکھو، اچھا کھاؤ، اچھا پہنو، مزدوری کر کے کماؤ، جائز طریقے سے تجارت کر کے، ملازمت کر کے، کاروبار کر کے، کاشتکاری کر کے حلال ذرائع سے حاصل کرو حکمرانو! آپ ذمہ دار ہو۔ جہاں یہ پورے ملک کے جنگلات کٹ رہے ہیں، آبادیاں ویران ہو رہی ہیں۔ وہ کافر غیر ملکی حکمران جنگل بنا کر گیا تھا ہم مسلمان خود حکومت میں آئے تو ہم نے کٹوا دیئے۔ خدا کے لیے تم سے تو جھاڑیوں کا بھی حساب ہوگا، ان کی بھی حفاظت کرو۔ تم سے یہ چشمے بھی پوچھیں گے۔ تم کہتے ہو ہندوستان پانی بند کر رہا ہے یہ پہاڑی علاقے میں چھوٹے چھوٹے ڈیم بنا دو، پاکستان سے تو سارا سال پانی ختم نہیں ہوگا۔ تھوڑی سی فرصت عیش و عشرت سے، تھوڑی سی فرصت خوابِ خرگوش سے، کبھی کسی غریب کی جھونپڑی میں جھانک لو، کبھی کسی بھوکے کا حال بھی پوچھ لو، کبھی کسی تن برہنہ کو بھی ڈھانپ دو، کبھی کسی کی لٹتی ہوئی عزت بچا لو۔ ایک دن تو تمہارا دامن یہ پچیس کروڑ لوگ پکڑیں گے۔

میں بھی تمہاری طرح پھنسا ہوا ہوں یہ جن کے سر پر بیٹھا آج میں یہ خطاب کر رہا ہوں، یہ سارے میرا دامن پکڑیں گے۔ اگر میں نے دیانت داری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ان تک نہ پہنچایا۔ اگر میں نے دیانت داری سے پہنچا دیا، انہوں نے نہ مانا تو پھر یہ خود بھگتیں گے۔ یہ پچیس کروڑ آبادی۔ آپ کہتے ہو اٹھارہ کروڑ، اُنیس بیس نہیں۔ ذرا آبادی شمار کرواؤ، مردم شماری کروا کر دیکھو! یہ پچیس کروڑ سے بڑھ رہی ہے۔ آپ تو کچی آبادیاں شمار ہی نہیں کرتے۔ آپ کہتے ہیں کراچی میں ڈیڑھ 2 کروڑ بندہ ہے۔ وہاں پانچ کروڑ سے زیادہ ہے۔ ذرا کچی آبادیاں ساری گن کر تو دیکھو! وہ جو بجٹ بنتا ہے دس بندوں کے لیے گھر میں افراد پچیس ہیں، کون کھائے گا، کس کا پیٹ بھرے گا، کس کا تن ڈھنپے گا؟ خدا کے لیے ان بندوں کو گنو اور ان کے وسائل ہی آج جمع کر رہے ہو وہ ان کو لوٹا دو، کون سا حکمران گھر سے دیتا ہے، کون سا حکمران اپنی جائیدادیں بیچ کر دیتا ہے، کون سا حکمران جاگیریں بیچ کر دیتا ہے، ان ہی غریبوں سے لیتے ہیں، ان ہی کو کچھ تو لوٹا دو۔ اور یہ تعلیمی ادارے جن کو انگریز نے دین کی روشنی سے محروم کر دیا تھا، آپ کہتے ہیں ہم آزاد ہیں الحمدللہ! ہم آزاد ہیں، ہم بہت زیادہ آزاد ہیں، ہم اس طرح آزاد ہیں جس طرح طوطے کو پنجرے سے نکال کر فال کرنے والے کو دے دیا جائے وہ اس سے فال نکلواتا رہے ہم بھی اس طرح آزاد ہیں۔ آزاد وہ ہوتے ہیں جو آزاد فضاؤں میں پرواز کرتے ہوں، جن کے نظام اپنے ہوتے ہیں، جن کی تہذیب اپنی ہوتی ہے، جن کی معاشرت اپنی ہوتی، جن کی تعلیم اپنی تعلیم ہوتی ہے، جن کا مالی نظام اپنا ہوتا ہے، جن کی عدلیہ اپنی ہوتی ہے، عدالتی نظام اپنا ہوتا ہے، جن کی سیاست اپنی ہوتی ہے، سیاسی نظام اپنا ہوتا ہے، وہ آزاد ہوتے ہیں۔ اس دھوکے سے نکلو، جاگو، ہوشیار ہو جاؤ۔ ملک الموت آپ سے اجازت نہیں پوچھے گا وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ تھا۔

میری گزارش ہے، میری خواہش ہے، میری آرزو ہے اور میری اُمید ہے کہ یہ ملک قائم رہنے کے لیے بنا ہے، مٹنے کے لیے نہیں، اس ملک کو گرنا ہوتا تو میں اس کے بننے کا گواہ ہوں، میں مڈل میں پڑھتا تھا جب پاکستان بنا مجھے اچھا بھلا ہوش تھا، مجھے مسلم لیگ کے وہ جلسے اور مسلم لیگی لیڈروں کی تقریریں یاد ہیں، ان کے اقتباسات مجھے یاد ہیں، ہم کرسیاں وغیرہ لگانے میں اور میزیں وغیرہ ڈھونے میں پیش پیش ہوتے تھے۔ میں نے اسے بنتے دیکھا ہے، میں نے اسے لٹتے دیکھا ہے، جتنی بے دردی سے اسے لوٹا گیا ہے اگر اسے مٹنا ہوتا تو یہ کب کا مٹ چکا ہوتا لیکن جس نے اسے قائم رکھنا ہے، لوٹنے والے لوٹتے ہیں وہ اس کو کئی گنا وسائل اور دے دیتا ہے۔ ایسے وسائل پیدا کر دیتا ہے جو کبھی سوچے، نہ دیکھے نہ سنے۔ ان پہاڑیوں پر ہماری نسلیں بیت گئیں، ہم گھاس کاٹتے رہے، ہم جھاڑیوں سے گزارہ کرتے رہے، یہ دور آیا اللہ نے اس سے سونے کے خزانے نکال دیئے۔ نمک کی کانیں، کوئلے کی کانیں دیں۔ یہ سارے لوگ رئیس ہو گئے جو امیر نہ ہو سکا روزی تو اسے بھی کم نہیں، عجیب نئے نئے وسائل پیدا کر دیئے جو کسی کے علم میں نہیں تھے۔ اس وطن کو قائم رکھنے والا اسے توڑنے والوں سے تگڑا ہے۔ یہ ملک قائم رہے گا انشاء اللہ! یہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا سبب بنے گا انشاء اللہ! یہاں سے دین کی شمعیں روئے زمین پر پھیلیں گی۔ خوش نصیب وہ ہے جو اپنا حصہ اس کی آبادی میں، اس کی روشنی پھیلانے میں ڈال دے۔ وہ حاکم ہو یا رعیت، وہ افسر ہو یا ماتحت، وہ کاشتکار ہو یا پروفیسر، جو جہاں بھی ہے جو خلوص سے بارگاہِ رسالت پناہی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا پیغام پہنچائے گا، کوشش کرے گا اس کو رائج کرنے کی، وہ اس کی آبادی کا حصہ دار ہے۔ جو روکنے کا سبب ہے وہ اس ملک کا دشمن ہے اور اس کا دشمن ناکام ہوگا انشاء اللہ! بگاڑ کچھ نہیں سکے گا۔ لوگو! جو چاہو کرو، ذرا دیکھ لو اپنا دامن کس چیز پر پھیلا رہے ہو؟ میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنا دامن رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پھیلاؤ۔ اس کے آداب اللہ نے سکھائے ہیں، اس بارگاہ سے خود کو منسلک کرو، اللہ آپ سب کو بامراد کرے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

ھدیہ نعت

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تونے طلوعِ آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور و اضطراب

علامہ محمد اقبال

آخری قسط

تزکیہ اور آدابِ شیخ

تحقیق وتحریر: نوید اشرف (واہ کینٹ)

112- شیخ کے ساتھ محبت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

113- شیخ کے حکم کی تعمیل میں سچا اور جلد باز ہو۔

114- شیخ سے محبت کرے اُس کا معتقد نہ ہو کیونکہ محب نہیں بدلتا معتقد بدل جاتا ہے، جب اعتقاد کی صفت بدل جائے۔

115- خود کو شیخ کے علم سے بے نیاز نہ سمجھے۔

116- اپنا تعلق شیخ سے رکھے نہ کہ شیخ کے تعلق رکھنے کی خواہش رکھے۔

117- شیخ کے فراق کو معمولی نہ سمجھے۔

118- شیخ سے تعلق پر رب کا شکر ادا کرے۔

119- اپنے جسمانی باپ کی خدمت سے زیادہ شیخ کی خدمت کو مقدم رکھے۔

120- اپنی دعاؤں میں شیخ کی صحت وتندرستی اور عمر درازی کی خصوصی دعا کرے۔

121- شیخ کے پاس حاضری کے وقت کبھی بھی شیخ کے متوجہ ہونے کا خیال نہ رکھے۔

122- شیخ کے ذاتی معاملات پر سوال نہ کرے۔

123- شیخ کا دامن چھوڑنے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔

124- شیخ کے افعال کی نہایت اچھی تاویل کرے۔

125- شیخ کے اختیار میں اپنی غرض فنا کردے۔

126- شیخ کے محبوب سے بھی محبت رکھے۔

127- شیخ سے گفتگو میں پہل نہ کرے۔

128- ذکرِ الٰہی کے لیے شیخ کے حکم کی تعمیل کرے۔

129- شیخ کا حکم اپنی خواہش سے مقدم رکھے۔

130- شیخ کو اپنے گھر بلانے اور کھانا کھلانے کا اصرار نہ کرے۔

131- شیخ کے بنائے ہوئے نگران پر اعتراض نہ کرے۔

132- شیخ کے جوتوں کا بھی ادب کرے۔

133- شیخ کے عیب پر عدم آگاہی کی دعا کرے۔

134- شیخ کے ماضی کے بارے کلام نہ کرے۔

135- شیخ کی طرف پیٹھ نہ کرے۔

136- شیخ کو جواب دینے پر مجبور نہ کرے۔

137- چارپائی، صوفہ یا نشست پر شیخ کے ساتھ بیٹھنے سے اعراض کرے۔ مرید کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اپنا سایہ بھی شیخ پر نہ پڑنے دے، اور نہ ہی شیخ کے سایہ پر قدم رکھے۔

138- شیخ کے ساتھ قلبی ادب بھی حد درجہ رکھے، اگر صرف ظاہری ادب ہو اور قلبی نہ ہو تو بھی کچھ فیض حاصل نہ ہوگا۔

139- اپنے سلسلہ طریقت کو سب سے بہتر جانے۔

140- سب معمولات چھوڑ کر سب سے پہلے شیخ کا حکم بجالائے۔

141- شیخ کی خدمت میں ظاہری اور باطنی طہارت کے بغیر نہ جائے۔

142- بوقت اختلاف شیخ کے فیصلے کا انتظار کرے۔

143- شیخ جہاں بٹھالے بیٹھ جائے۔

144- اصل چیز روحانی ترقی کے لیے شیخ کی صحبت ہے۔ علم چاہے ہو

نہ ہو بلکہ علم بھی بلا صحبت بیکار ہے۔ صاحب صحبت بلا علم کی اصلاح زیادہ ہوتی ہے صاحب علم بلا صحبت سے۔

145- شیخ کے شیخ سے بھی اگر میلان نہ ہوگا تو نفع نہ ہوگا۔

146- شیخ کو خطوط میں بھی اشعار نہ لکھے اور نہ غیر ضروری باتیں لکھے اور طوالت سے بھی بچے تاکہ شیخ کو تکلیف نہ ہو اور نہ ہی شیخ کے سامنے اپنی لیاقت کا اظہار کرے۔

یہ کچھ اصول آداب شیخ کے بیان میں عمومی بیان کر دیئے ہیں، ان پر دل سے عمل پیرا ہونا ہر سالک کے لیے بہت ضروری ہے ورنہ بصورت دیگر روحانی فیض اسے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس کی مزید وضاحت کیلئے کچھ سطور اور لکھی جا رہی ہیں تاکہ سالکین کی سمجھ میں مکمل بات آجائے۔

بدون صحبتِ شیخ اگر لاکھ تسبیح پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں۔ یقیناً کام تو اللہ کا ذکر ہی بنائے گا لیکن سنت اللہ یہی ہے کہ بدون صحبتِ شیخ کے صرف ذکر اللہ کام بنانے کے لیے کافی نہیں، اس کے لیے صحبتِ شیخ ضروری ہے۔ جس طرح کاٹ جب کرے گی تلوار ہی کرے گی لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کے قبضہ میں ہو ورنہ اکیلی کچھ نہیں کر سکتی تو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔

آداب شیخ میں یہ بہت اہم ہے کہ مرید کو کامل یقین ہو کہ شیخ میرا خیرخواہ ہے جو مشورہ دے گا وہ میرے لیے نہایت نفع دالا ہوگا اور اپنی رائے کو شیخ کی تجویز وتشخیص کے سامنے ختم کر دے۔ شیخ کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرے اور کسی کام سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے اور نہ ہی کسی کا سلام شیخ کو پہنچائے۔ خود بھی کسی اور جانب متوجہ نہ ہو اور نہ شیخ کو متوجہ کرے، اگر کسی کا سلام شیخ کو پہنچایا تو گویا خود اُس نے شیخ کو دوسری طرف متوجہ کیا۔

شیخ کی توجہ اُس وقت فائدہ مند ہوتی ہے جب اُس کی کامل اطاعت کی جائے اور اُس کے بتانے کے موافق عمل کیا جائے اور خود کو اُس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ کر دیا جائے کہ جس طرح چاہے تصرف کرے اُس کے بعد جو توجہ حاصل ہوتی ہے، وہ کیمیا ہوتی ہے۔ ایذاء شیخ بلا ارادہ بھی وبال سے خالی نہیں۔ شیخ کے قلب میں اپنی رغبت وانس پیدا کرنے کا طریقہ اتباع ہے نہ کہ شیخ سے اختلاف و اعتراض۔ شیخ سے محبت اس قدر ہو کہ شیخ کے کسی قول وفعل سے مرید کے دل میں سختی یا کجی پیدا نہ ہو۔ شیخ کے دل میں مرید کے لیے تکدر مانع فیض و برکات ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحشیؓ کو جنہوں نے حضرت امیر حمزہؓ کو قتل کیا تھا اپنے سامنے آنے سے روک دیا تھا کہ روز روز دیکھ کر انقباض ہوگا اور انقباض سے ضرر ہوگا۔

وہ مسائل کہ جن کا تعلق اصلاح نفس سے ہے کسی تصوف کی کتاب میں سے دیکھ کر عمل کرنا جائز ہے بشرطیکہ فہم اور حدود و شرائط میں غلطی نہ ہو لیکن بدون شیخ غلطی کا احتمال قوی ہے اس لیے بغیر شیخ کے مشورہ کے عمل کرنا مناسب نہیں۔ شیخ کی رضا اللہ ہی کی رضا ہے۔ مقصد دونوں کا ایک ہے۔ شیخ کی رضا سے بھی اللہ ہی کی رضا مقصود ہے اور وہ عین اخلاص ہے۔ مثلاً شیخ کی خوشی کے لیے تہجد ادا کرنا اخلاص کے خلاف نہیں۔ اگر شیخ سے قطع تعلق کرے گا تو سب فیوضات و برکات ختم ہو جائیں گی۔ شیخ کی کبھی بھی دل آزاری نہ ہو نہ قول وفعل سے اور نہ حرکات وسکنات سے۔ شیخ کے سامنے صرف تقلید سے کام چلتا ہے چوں چراں کرنے سے کام خراب ہو جاتا ہے۔

احکام شریعت کے خلاف کرنے سے تو آخرت میں عذاب ہوگا لیکن طریقت کے خلاف کرنے سے دنیوی ضرر لاحق ہوگا۔ آخرت کا ضرر نہ ہوگا لیکن بالواسطہ اس کے آخرت سے بھی محرومی ہو جائے گی اس کا اول نقصان یہ ہوگا کہ ذکر اللہ کی حلاوت جاتی رہے گی پھر تعطل کا شکار ہوگا، پھر ترک مستحب، پھر ترک نفل، ترک سنت واجب یہاں تک کہ سلب ایمان تک کی نوبت آجاتی ہے۔

اگر نوبت ایسی ہو کہ شیخ کو چھوڑنا پڑے تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے۔ شیخ کے قلب کو ہرگز مکدر نہ کرے ورنہ دنیوی زندگی تلخ

ہو جائے گی اور تا دم نزع چین نصیب نہ ہوگا، جس کو یقین نہ ہو آزما کر دیکھ لے اور عبادت سے ذوق وشوق بھی جاتا رہے گا۔ جب تک فنافی الشیخ کی کیفیت نہ ہو اُس کو مشتاق یا محب نہیں کہہ سکتے، محبت کے اس درجہ کا انسان مکلف نہیں مگر کمال یہی ہے۔ بیعت سلوک میں شیخ کو طالب کی جانب سے ایسی ہی محبت کا انتظار ہوتا ہے۔ شیخ کے ساتھ مناسبت کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ پہلے مناسبت پیدا کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے جس کے لیے ضروری ہے کہ کچھ عرصہ شیخ کی صحبت میں قیام کرے اور زمانہ قیام میں مخاطبت و مکاتبت نہ ہو اس کی وجہ یہی ہے کہ مناسبت پیدا ہو جائے۔ جب تک یہ نہ ہو مجاہدات، ریاضات، مراقبات ومشاہدات سب بیکار ہیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

شیخ کے پاس حاضری کے وقت مقصود برکات و کیفیات کا حصول ہونا چاہیے البتہ ساتھیوں سے مباح باتوں کی اجازت ہے کہ مزاج پوچھ لیا، گھریلو حالات پوچھ لیے یا اُس کی طبیعت کے موافق کوئی اور بات کرلی۔

بقیہ مسائل السلوک، صفحہ 19 سے آگے

آج کل ہم اپنے ہاں دیکھتے ہیں روزمرہ کی زندگی میں بھی، شہر و بازار میں بھی، بسوں اور گاڑیوں میں بھی، خصوصاً ذرائع ابلاغ میں یہ ٹی وی وغیرہ ہیں ہم دیکھتے ہیں تو کیا پتہ چلتا ہے کہ یہ آج کی مسلمان عورتیں ہیں؟ یعنی جو کچھ غیر مسلم یا عیسائی یہودی، اہل کتاب وغیرہ کا جو حشر ہو گیا ہے تو ہمارے ہاں بھی وہی حشر ہو گیا ہے حالانکہ یہ امتیاز رکھنا اور پتہ چلے کہ یہ باپردہ شریف خاتون ہے، یہ مسلمان ہے، یہ واجب ہے، ضروری ہے اور اس کا لحاظ رکھا جانا چاہیے ہاں اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے قیمتی کپڑے پہننا یا اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے خاص لباس پہننا درست نہیں ہے لیکن بحیثیت مسلمان خاتون کے بحیثیت شریف زادی ہونے کے ظاہر کرنا یہ ضروری ہے۔

بقیہ اکرم التفاسیر، صفحہ 25 سے آگے

تمہارے سامنے بنی اسرائیل کے علما اور محققین جو پہلی کتابوں سے واقف تھے۔ ان کے پاس دلائل تھے۔ ان کی کتابوں میں دلائل تھے انہوں نے وہ دلائل دیکھے، پرکھے اور تمہارے سامنے ایمان لا چکے ہیں لیکن تم تکبر میں گرفتار ہو۔

یاد رکھو! اللہ برائی کرنے والوں کو، ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ہدایت کے لیے انابت شرط ہے، رجوع الی اللہ شرط ہے، توبہ شرط ہے۔ اکڑنے اور تکبر کرنے سے، برائی میں مبتلا رہنے سے ہدایت نہیں ملتی۔ برائی کا نتیجہ گمراہی ہے۔ برائی، ہدایت کا سبب نہیں بن سکتی بلکہ مزید گمراہی میں چلے جاؤ گے۔ یہ اللہ کا قانون ہے۔ سارا نظام قوانین الٰہی پر چل رہا ہے۔ ہر کام اور چیز کا ایک اثر ہے، ایک نتیجہ ہے۔ برائی کا اثر، نتیجہ گمراہی ہے۔

آج جو لوگ سود کھا رہے ہیں، بدکاری کر رہے ہیں، جھوٹ بول رہے ہیں، عورتوں سے پیشہ کروا رہے ہیں، قتل وغارت گری کر رہے ہیں تو کیا ان کاموں کے نتیجے میں ہدایت ملے گی؟ یہ باتیں برائی گمراہی کو مزید گہرا کرتی ہیں، آج بھی جوان سب سے توبہ کرلے۔ اصلاح کرلے، رجوع الی اللہ کرلے، اللہ کی اطاعت کرلے تو ہدایت پالے گا۔

فرمایا، تمہارے سامنے تمہارے اہلِ علم ایمان لا چکے ہیں اور تم محض اکڑ کر تکبر سے انکار کر رہے ہو تو پھر یاد رکھو! بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتے۔

من الظلمت الی النور

ثمینہ مجاہد، لاہور

الحمداللہ! جون 2015 کے روزے اور اعتکاف مجھے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں نصیب ہوئے۔ اللہ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اُس نے میری یہ خواہش پوری کی اور مجھے اعتکاف میں بیٹھنا نصیب ہوا۔ یہ میری زندگی کے یادگار دن تھے جن میں اللہ نے مجھے اپنی رحمتوں اور کرشموں سے نوازا۔ جن کی مجھے بے حد تمنا اور ضرورت تھی۔

میں بہت خوش نصیب لوگوں میں سے ہوں کہ اللہ نے مجھے اپنی رضا اور محبت میں قبول اور منتخب کیا اور اُن خوش نصیب لوگوں میں شامل کیا جس کی میں نے اللہ سے دعا کی تھی۔

رمضان کے شروع ہی سے میں نے چند دعائیں مانگی تھیں، پہلی یہ کہ اے اللہ! مجھے اُن پیارے لوگوں میں شمار کرلیں جن سے آپ راضی ہیں۔ دوسری یہ کہ اے اللہ! ان رحمتوں والے مہینے میں میری جھولی بھی اپنی رحمتوں سے بھر دیں۔ آپ کے در پر آئی ہوں تو میں نے خالی جھولی لے کر واپس نہیں جانا۔ اور تیسری دعا یہ تھی کہ اللہ اپنے برکتوں والے مقدس گھر میں مجھے کوئی ایسا کرشمہ دکھا دیں کہ میں اُسے اپنے لیے تحفہ سمجھوں۔

آخر ایک دن 26 ویں روزے کو عصر کے بعد ایک 80 سالہ مدبر عورت میرے ساتھ آ کر بیٹھی اور بیٹھ کر قرآن پاک پڑھنے لگی۔ سلام دعا کے بعد میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ اعتکاف کے لیے آئی ہیں؟ تو اُس نے کہا جی۔ اُس نے کہا میں ہر سال ہی آتی ہوں تو میں نے سوچا کیوں نہ اس سے پوچھا جائے کہ یہ کیا کیا عبادت کرتی ہیں۔ میرے پوچھنے پر اُنہوں نے بتایا کہ میں ذکرِ قلبی کرتی ہوں یا قرآن اور تسبیح وغیرہ۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ ذکرِ قلبی کیا ہے تو اُس نے کہا کہ تم کسی حلقے سے سیکھ لو۔ میں نے کہا حلقہ کیا ہے اور کہاں ہوتا ہے۔ تو اُس نے باری باری میرے سارے سوالوں کے جواب دیئے۔ آخر میں میں نے پوچھا کہ آپ نے اتنی عبادت کے بعد اللہ تعالیٰ کا کیا کرشمہ دیکھا؟ تو اُس نے اپنا دایاں ہاتھ کھول کر دکھایا کہ یہ دیکھو اس پر لکیروں سے اللہ لکھا ہوا ہے۔ میں نے پھر حیران ہو کر پوچھا یہ کب سے ہے؟ وہ بولیں کافی دیر سے ہے۔ یہ کرشمہ دیکھنا تھا کہ میں ذکرِ قلبی کی اور قائل ہوگئی اور دل میں ارادہ کرلیا کہ اس کو فوراً سیکھنا ہے۔

اس گفتگو سے میری تشنگی کم نہ ہوئی، میں نے پھر سوال کیا اور پوری وضاحت سے اس کے بارے معلومات لیں کہ سب سے پہلے کہاں جانا ہے اور کس سے سیکھنا ہے۔ اُنہوں نے مجھے گوجرانوالہ کے ایک حلقے کا پتہ دیا اور لطائف کے بارے بتایا۔ اس وقت میری ایک دعا قبول ہو چکی تھی۔

ستائیسویں رات میں نے اس کے ساتھ باتوں اور عبادت میں گزاری اور صبح فجر کے بعد جب دو گھنٹے سونے کے لیے لیٹے تو خواب میں دیکھا کہ میں بہت سی سفید روشنیوں میں کہیں جا رہی ہوں مگر معلوم نہیں کہاں جا رہی ہوں۔ دوسرا یہ کہ یہ روشنیاں نہ تو شادی والی ہیں نہ عام روشنیاں ہیں۔ اتنے میں دائیں طرف سے آواز آئی کہ یہاں کسی بزرگ نے آنا ہے اس لیے روشنیاں ہیں۔ میں نے دوبارہ حیران ہو کر پوچھا کہ یہاں تو کچھ نظر نہیں آرہا۔ اتنے میں بائیں طرف سے آواز آئی کہ یہاں کسی بزرگ نے وعظ کرنے آنا ہے۔ یہ سوچ کر میں پھر چلنے کی کوشش کرنے لگی کہ اچانک بہت تیز روشنی میری آنکھوں میں پڑی اور میں نے آنکھیں بند کرلیں اور میری نیند ٹوٹ گئی۔ اس خواب کے بعد

میں سوچنے لگی کہ مجھے وہ پتہ تلاش کرنے کے لئے کہا گیا ہے جو وہ عورت نے بتایا تھا۔

میں پاکستان واپس آ کر گوجرانوالہ گئی اور اُس حلقے کو تلاش کیا اور وہاں سے دو خواتین نے میری راہنمائی کی اور لطائف سمجھائے اور ذکرِ قلبی کی اہمیت بتائی۔ اور مزید معلومات کے لئے چند کتابیں دیں اور اس کو پڑھنے کی تاکید کی جن میں ''لائحہ عمل''، ''تزکیہ نفس''، ''لطائف''، ''اصلاحِ قلب'' اور ''ماہنامہ المرشد'' لگوا دیا۔ اور لاہور کی صدر عائشہ خان کا نمبر دیا اور کہا ان سے رابطہ کر کے فیصل ٹاؤن کے حلقے کا پتہ معلوم کر کے چلی جانا اور باقاعدہ ذکرِ قلبی سیکھنا۔

اب میں باقاعدگی سے ہر ہفتے اس حلقے میں جانے لگی اس طرح نیک بندوں میں شامل ہونے والی دوسری دعا بھی قبول ہوگئی۔ اور اللہ کا قرب نصیب ہونے لگا۔ کچھ دنوں بعد منارہ جانے کے لیے ایک وین تیار ہوئی جس میں مجھے جانے کو کہا گیا تا کہ آپ حضرت جی سے ملاقات اور بیعت کر لیں۔ میں نے ان کے ساتھ جانے کی حامی بھر لی اور اس طرح میری بیعت ہوگئی اور تیسری دعا بھی قبول ہوگئی۔ اور دارالعرفان میرا قربِ الٰہی کا مرکز بن گیا اور میں ہر اجتماع پر جانے لگی اور اس کے ساتھ ساتھ گھر والوں، رشتہ داروں اور محلے والوں کو بھی اس کی ترغیب دینے لگی۔ اس طرح سال گزر گیا اور پھر ایک دن میرا دل چاہا کہ اب میں اپنے گھر میں حلقہ بناؤں تا کہ میرے ملنے والے اِدھر آ کر ذکر سیکھ سکیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ میرا ارادہ کامیاب ہوا اور اب اس حلقے کو شروع ہوئے بھی ڈیڑھ سال ہو گیا ہے۔ اور ابھی تک کامیاب جا رہا ہے۔ اور میری اللہ سے دعا ہے کہ میری زندگی تک یہ حلقہ جاری رہے اور میری آنے والی نسلیں بھی ذکرِ قلبی سیکھیں بلکہ تمام امتِ مسلمہ کو یہ ذکر کرنے کی توفیق عطا ہو۔ یہ وہ نعمت ہے جس کا نعم البدل کوئی نہیں۔ اگر ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں یہ ذکرِ قلبی کرنا ہو گا اس کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ انسان دنیا کی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے بہت محنت کرتا ہے جس کو چھوڑ کر چلے جانا ہے اور جو ہمیشہ کے لئے ملنے والا ہے اس کی فکر نہیں ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی نظروں میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کے لئے ذکرِ قلبی کو زندگی کا حصہ بنائیں اور وہ وقت ضرور کریں۔

Siqarah The Learning Hub International (SALHI)
A sister concern under Siqarah School System
Admissions Open Now
Play group,
Pre-kindergaten(Nursery)
Kindergarten (Prep)
Cell : 0300-4245232
SALHI
Offering
American Education System
Opening Soon

خواتین کا صفحہ

حضرت فاطمہ بنت مجلل عامریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اُم فاران، راولپنڈی

نام ونسب:

حضرت فاطمہؓ بنت مجلل قرشیہ، عامریہ ہیں (یعنی قبیلہ قریش سے تعلق رکھتی ہیں)۔ (اسد الغابہ، ج۵، ص:۵۲۷، الاصابہ، ج:۴، ص:۳۷۳)

آپؓ حضرت حاطب بن حارث بن معمر جمحی، قریش مکہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔

قبولِ اسلام:

جب مکہ میں اسلام کی ہوا چلی تو حضرت حاطبؓ کے دل پہ اثر کر گئی اور وہ اسلام لے آئے اور پھر حضرت فاطمہؓ بھی ایمان لے آئیں۔ یہ ابتدائی تین سالوں کے دوران حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ جب ایمان خفیہ رکھا جاتا تھا اور حضورؐ اسلام کی تعلیمات مخفی طریقے سے سکھاتے تھے اور اصحاب کو قریش سے بچے رہنے کی تلقین فرماتے ہیں لیکن قریش بھی مسلسل ٹوہ میں رہتے اور جب ان کی دشمنی حد سے متجاوز ہوئی تو ایذا رسانی پر اُتر آئے۔ تب ان میاں بیوی نے بھی ان تکالیف سے اپنا حصہ اُٹھایا اور مؤمنین کے ساتھ صبر جمیل پر قائم رہے۔

ہجرتِ حبشہ:

جب قریش کے مظالم حد سے بڑھے تو حضورؐ نے اصحاب کو حبشہ کی سرزمین اور امن اور انصاف کے گہوارے کی طرف ہجرت کا عندیہ دیا۔ حضرت فاطمہؓ اور اُن کے شوہر بھی قافلے کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ جہاں واقعی مسلمانوں کو امن نصیب ہوا۔

اولاد:

اللہ کریم نے اس نیک جوڑے کو دو بیٹوں سے نوازا۔ محمد بن حاطب اور حارث بن حاطب سے نوازا۔

اختلاف:

اس میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ دونوں ہجرتِ حبشہ سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے یا حبشہ کے قیام کے دوران؟ بعض روایات یہ ہیں کہ یہ دونوں بچے مکہ میں ہی پیدا ہوئے اگرچہ ہجرت کے وقت بہت چھوٹے تھے۔ لیکن اسد الغابہ (ج:۱، ص:۳۲۲) اور تہذیب الاسماء واللغات (ج:۱، ص:۱۵۰) کے مطابق حبشہ کی وادی میں حضرت فاطمہؓ نے اپنے دو بچوں محمد اور حارث بن حاطب کو جنم دیا۔

شوہر کی وفات:

صحابیٔ رسولؐ حضرت حاطب نے زیادہ عمر نہ پائی اور حبشہ کی سرزمین میں اپنے دو کمسن بچوں اور رفیقہ حیات کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ حضرت فاطمہؓ نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ حضرت حاطبؓ حبشہ ہی میں مدفون ہوئے۔

اولاد کی تربیت:

حضرت فاطمہؓ نے حارثؓ و محمد کی تربیت پر بہت توجہ دی اور انہیں اسلام کا نڈر اور بہادر سپاہی بنا دیا۔

حبشہ سے واپسی:

ارضِ حبشہ میں آپؓ ۷ھ تک قیام پذیر رہیں۔ مہاجرین کے

ساتھ واپس مدینہ پہنچیں۔ ان کے ساتھ حضرت حاطبؓ کے بھائی حطاب بن حارث اور ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار بھی ان کے ساتھ تھے۔ لیکن اُن کے بارے میں ملتا ہے کہ وہ واپس مکہ گئے اور پھر وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔

حضورؐ کی دعا:

حضرت فاطمہؓ کا حضورؐ کے ہاں ممتاز مقام تھا۔ آپؐ نے ان کے فرزند کے لیے خیر و برکت کی دعا بھی فرمائی تھی۔ ان کے فرزند خود ہی روایت کرتے ہیں اپنی والدہ فاطمہؓ سے کہ وہ بتاتی ہیں کہ میں تجھے لے کر حبشہ سے نکلی اور مدینہ کے قریب جب ایک دورات کا سفر باقی رہ گیا تو میں نے تیرے لیے کھانا تیار کیا لیکن لکڑیاں ختم ہو گئیں تو میں لکڑیاں چننے کیلئے گئی تو تُو نے ہانڈی کو پکڑ لیا اور وہ تیرے ہاتھ پہ اُلٹ گئی اور ہاتھ جل گیا۔ پھر جب مدینہ پہنچی تو تجھے لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسولؐ! یہ محمد بن حاطب ہیں۔ آپؐ کے بھتیجے (سب سے پہلے ان ہی کا نام محمد رکھا گیا حضورؐ کے بعد) اس کا ہاتھ جل گیا ہے اس کے لیے دعا فرمائیں تو آپؐ نے تیرے منہ پر کچھ پڑھ کر پھونکا اور تیرے سر پر ہاتھ پھیرا اور تیرے لیے دعا فرمائی۔ پھر تیرے ہاتھ پہ کچھ پڑھ پھونکا اور یہ دعا فرمائی۔ اذھب الباس رب الناس اشفا انت الشافی، لاشفاء الا شفاء ک، اللھم اشف شفاء لایغادر سقما۔

ترجمہ: بیماری کو دُور فرما دیجیے (اے) لوگوں کے پروردگار شفاء عطا فرمایئے آپ ہی شفاء عطا فرمانے والے ہیں اور نہیں ہے شفا مگر آپ ہی کی شفا ہے۔ اے اللہ ایسی شفا دیجیے جو بیماری کو بالکل نہ چھوڑے۔''

پھر والدہ فرماتی ہیں کہ میں آپؐ کے پاس سے تجھ کو لے کر اُٹھی بھی نہ تھی کہ تیرا ہاتھ بالکل صحیح ہو گیا۔

(اسد الغابہ، ج:۴، ص:۳۱۴، الاصابہ، ج:۳، ص:۳۵۲)

امام بخاری نے اس کو طب میں باب رقیہ نبیؐ کے اندر اور امام مسلم نے باب استجاب رقیۃ المریض کے اندر روایت کیا ہے۔ حضرت فاطمہؓ سے متعلق اس سے زیادہ حالات تاریخ کے صفحات میں محفوظ نہیں ہیں۔

نیک اولاد:

نیک لوگ اپنی نیک اولاد کے ذریعے اپنی عمر سے بھی حیات پا جاتے ہیں یہی حال حضرت فاطمہؓ کا بھی ہے۔

حضرت حارثؓ حضرت فاطمہؓ کے بڑے فرزند تھے۔ غزوۂ بدر کے بعد یہ مدینہ میں آئے اور ابھی بچپن میں تھے۔ بعد میں یہ بہت اعلیٰ فرزندِ اسلام ثابت ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حارثؓ کو چھ سال تک مدینہ کا والی بنا کر رکھا اور مروان بن حکم کے دور میں حضرت عبداللہ کے ساتھ تھے۔ ان کی مدد کی اور اس طرح حضرت امیر معاویہ کی طرف سے بھی مدینے کے والی تھے۔

(اسد الغابہ، ج:۱، ص:۳۲۲، تہذیب الاسماء واللغات، ج:۱، ص:۱۵۰)

حضرت محمد بن حاطبؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ حضورؐ کے بعد ''محمد'' سب سے پہلے ان کا نام رکھا گیا اور حضرت اسماء بنت عمیس نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفر کے ساتھ ان کو دودھ پلایا اور بعد میں بھی یہ دونوں اکٹھے ہی رہے۔ یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ محمد بن حاطب جنگ جمل و صفین اور ہزواں میں حضرت امیر معاویہ کے ساتھ تھے اور ۷۲ ھ میں مکہ میں وفات پائی۔

(تہذیب الاسماء واللغات، ج:۱، ص:۷۹۔۸۰، الاصابہ، ج:۳، ص:۳۵۲)

اللہ کریم ان سعادت مند روحوں سے راضی ہوا جنہوں نے حق کو پہچانا اور اس راستے پر چل پڑے۔

بچوں کا صفحہ

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ع خان، لاہور

حضرت جعفرؓ بن ابی طالب، حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضرت جعفرؓ کے والد حضرت ابوطالب قوم قریش میں بہت اثر و رسوخ والے تھے لیکن مالی اعتبار سے بہت کمزور تھے۔ ایک دفعہ وہ علاقہ شدید قحط سالی کا شکار ہوگیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ جانوروں کی ہڈیاں تک پیس پیس کر کھانے لگے کیونکہ قحط سالی کی وجہ سے لوگوں کی کھیتی باڑی تباہ ہوگئی اور مویشی ہلاک ہوگئے۔ اُن دنوں بنو ہاشم میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ سب سے زیادہ خوشحال تھے۔ یہ نبوت ملنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ایک دن حضور اکرم ﷺ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ چچا جان! آپ کے بھائی ابوطالب کثیر العیال ہیں۔ آپ دیکھ رہے کہ قحط سالی کی وجہ سے لوگ فاقے کرنے پر مجبور ہیں۔ غربت حد سے بڑھ چکی ہے۔ اس نازک صورتِ حال میں ہمیں ان کی ہر طرح مدد کرنی چاہیے۔ آیئے ان کے پاس چلیں اور ان کی ہمت بڑھائیں۔ ان کے ایک بیٹے کی کفالت کی ذمہ داری میں لیتا ہوں اور ایک کی کفالت کا ذمہ آپ اُٹھائیں۔

حضرت عباسؓ نے آپؐ سے اتفاق کیا اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت ابوطالب کے گھر تشریف لے گئے۔ یوں حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا اور حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

حضرت جعفرؓ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے پاس پرورش پاتے ہوئے جوان ہوئے۔ جونہی حضور اکرم ﷺ سے اسلام کی روشنی پھیلی تو پہلے مرحلے میں اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت جعفرؓ اور اُن کی بیوی حضرت اسماء بنت عمیس بھی شامل تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب نبی اکرم ﷺ تعلیم و تربیت کے لیے ابھی دارِ ارقم تشریف فرما نہیں ہوئے تھے۔ دوسرے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ان دونوں میاں بیوی پر بھی کفار نے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے بے حد مظالم ڈھائے۔ چند سال تو ان مظالم کو سہتے گزر گئے، آخر حضورِ اکرم ﷺ کی اجازت سے بہت سے مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی کہ کفار کے حد سے بڑھتے ہوئے مظالم سے نجات نصیب ہو۔

مہاجرین مکہ کا یہ پہلا قافلہ حضرت جعفرؓ کی قیادت میں حبشہ پہنچا تو وہاں کے بادشاہ نجاشی نے ان سب کو بڑی خوش دلی سے خوش آمدید کہا اور اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی اور یوں کفار کے مظالم سے چھٹکارہ پا کر کئی سال بعد مسلمانوں کے اس گروہ نے حبشہ میں سکھ کا سانس لیا۔

جب کفار کو اس بات کا علم ہوا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت حبشہ کی طرف کوچ کر گئی ہے اور وہاں انہیں اپنے دین اور عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی مکمل آزادی ہے تو ان کو اس بات پر بہت جلن ہوئی۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کسی طرح مسلمانوں کے اس گروہ کو واپس بلا کر قتل کر دیا جائے یا سزائیں دی جائیں تا کہ باقی لوگ ایسا کرنے سے باز آجائیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے منصوبوں کو یوں پلٹ دیا کہ یہ وہاں سے بے حد ذلیل ہو کر واپس آئے۔

ہوا یوں کہ کفار نے دو اشخاص کو اپنا سفیر بنا کر حبشہ کی طرف

روانہ کیا اور ساتھ میں بہت سے تحائف بادشاہ اور بادشاہ کے وزیروں کے لیے دیئے تاکہ بادشاہ اور اس کے وزراء کو متاثر کیا جاسکے۔ کفار کی طرف سے بھیجے گئے یہ دونوں سفیر حبشہ پہنچے تو پہلے وزیروں سے ملے، اُن کے تحائف انہیں پیش کئے اور ساتھ ہی اپنے ساتھ ملانے کے لیے بات کی کہ ہمارے ملک اور ہمارے ہی خاندان کے کچھ دیوانے لوگ اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ کر اور ہمارے خاندانوں میں تفریق ڈال کر یہاں آبسے ہیں۔ ہماری گزارش یہ ہے کہ جب ہم بادشاہ سے اس معاملے میں بات کریں تو آپ اس سلسلے میں ہماری حمایت کریں اور بادشاہ کو اس بات پر تیار کریں کہ وہ انہیں ہمارے سپرد کردیں۔

کفار کے یہ دونوں نمائندے نجاشی کے دربار میں تحائف کے ساتھ پہنچے اور عرض کی کہ بادشاہ سلامت! ہم ملک عرب کے رہنے والے ہیں۔ ایک درخواست لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ عرض یہ ہے کہ ہماری قوم کے چند افراد نے اپنا آبائی دین ترک کر کے ایک ایسے دین کو اختیار کرلیا ہے جس کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ ہی آپ جانتے ہیں۔ اس سے ہماری قوم میں بے چینی اور فساد پھیل رہا ہے۔ اب وہ لوگ یہاں آکر آباد ہوگئے ہیں۔ ہمیں اسی قوم قریش کے سرداران نے بھیجا ہے۔ اس کے علاوہ انہی لوگوں کے باپ، چچا اور باقی افراد جو پیچھے رہ گئے ہیں، وہ بھی ہمیں بھیجنے والوں میں شامل ہیں۔ اُن سب کا مطالبہ یہ ہے کہ براہِ مہربانی ان سب لوگوں کو جو یہاں آکر بس چکے ہیں، ہمارے حوالے کردیا جائے۔

بادشاہ نے اپنے وزیروں کی طرف دیکھا اور اُن کی رائے پوچھی تو سب نے یہی مشورہ دیا کہ ان کی قوم ان کو بہتر جانتی ہے اور ان کے کاموں سے بخوبی واقف ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم انہیں واپس لوٹا دیں، ان کے سردار اور خاندان خود ہی ان سے نمٹ لیں گے۔ بادشاہ وزیروں کی طرف سے یہ تجویز سن کر بہت ناراض ہوا اور گرج کر بولا کہ بخدا میں انہیں ہرگز کسی کے حوالے نہیں کروں گا جب تک کہ میں ان لوگوں کو بلا کر ان سے صحیح صورتِ حال معلوم نہ کرلوں۔ اگر تو صورتِ حال وہی ہے جو سردارانِ قریش کے نمائندوں نے بتائی ہے تو میں فوراً ان لوگوں کو واپس بھجوادوں گا، لیکن اگر معاملہ برعکس ہوا تو میں ان مہاجرین کی بھرپور مدد کروں گا۔ یہ لوگ جب تک یہاں رہنا چاہیں گے انہیں یہاں رہنے کی اجازت ہوگی۔

اس کے بعد بادشاہ نے حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھ آئے ہوئے تمام لوگوں کے بارے میں تحقیق کروائی۔ ہمسائیوں اور ان کے ساتھ کاروبار کرنے والے ہر شخص نے ان مہاجر آئے لوگوں کی بے حد تعریف کی کہ یہ لوگ اپنے معاملات میں بہت اچھے ہیں۔ دوسروں کا خیال کرنے والے اور ایمان دار ہیں۔ یہ رپورٹ بادشاہ تک بھی پہنچی تو بادشاہ نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور ان کے تمام ساتھیوں کو دربار میں بلوایا، ساتھ ہی کفار کی طرف سے آئے دونوں نمائندوں کو بھی بلا لیا گیا۔ (جاری ہے)

بقیہ شرح مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ 28 سے آگے

اللہ کی رضا کے لیے ہوں۔ مالک وہ ہے، خالق وہ ہے، رازق وہ ہے، آرام اُس کی طرف سے آئے گا۔ دُکھ تکلیف بھی اُس کی طرف سے حصے میں آئے گی۔ رزق بھی جو اُس نے مقرر کیا ہے ہر حال میں آئے گا۔ جو اُس کی طرف سے نہیں آتا وہ کوئی دے نہیں سکتا تو پھر یہ اُمیدیں لوگوں سے وابستہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر ہم نافرمانی کو کافرانہ کردار کو کفر کو ایسا بُرا سمجھیں جیسے کسی کو آگ میں پھینکنا بُرا لگتا ہے۔ یہ تین اوصاف جس میں ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی ہے کہ تب اُسے ایمان کی لذت آئے گی۔ پھر اُسے پتا چلے گا کہ ایمان میں کتنی شیرینی ہے، کتنا کیف ہے، کتنا مزا ہے اور کس قدر زندگی آسان کردیتا ہے، کس قدر دُکھوں کو راحتوں میں تبدیل کردیتا ہے۔ کتنی موج ہوجاتی ہے کہ ایمان درست ہوجائے تو بندہ اس دنیا میں جنت کا مزا پالیتا ہے۔ اُسے جب کوئی دکھ نہیں ہوتا ہر چیز کو اللہ کی طرف سے سمجھتا ہے۔ بندوں سے کسی اُمید کو وابستہ نہیں کرتا۔ کافروں جیسا کوئی نافرمانی کا سوچتا بھی نہیں تو پھر اور جنتی کی زندگی کیا ہوگی!

طب

زیتون (Olive)

حکیم عبدالماجد اعوان (سرگودھا)

تاریخ کے لحاظ سے کئی سو سال پہلے مشرقی بحر اوقیانوس Eastern Madeterssanean میں شروع ہوئی اور یہاں سے ہی یونانی لوگوں نے اسے اٹلی، افریقہ، سپین اور شمالی سمندری علاقے میں پہنچایا۔ اور سپین نے پہلی دفعہ اس میں سے تیل نکالا اسکا درخت تقریباً 10-9 میٹر اونچا ہوتا ہے۔

زیتون کے پھل کو ویسے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اسکا اچار بنا کر بھی استعمال کرتے ہیں جسے لوگ اسکے ذائقے اور فوائد کی بنیاد پر استعمال کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں تقریباً سات دفعہ زیتون کا ذکر آیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے بھی اسکی افادیت پر روشنی ڈالی ہے جس سے اس پھل کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ زیتون کے بطور پھل استعمال کرنے کے لیے پہلے اسکو پانی میں بھگویا جاتا ہے اور کچھ لوگ اسے چونے کی پانی میں بھگوتے ہیں اور بعض علاقے کے لوگ اسے لکڑی کی راکھ میں بھی رکھتے ہیں تاکہ اس کی کڑواہٹ کو ختم کیا جاسکے۔

مزاج:۔

زیتون کا مزاج گرم تر ہوتا ہے۔ زیتون کے پھل میں 35 تا 70% تیل پایا جاتا ہے پکے ہوئے پھل سے عام طور پر تیل نکالا جاتا ہے اسکا تیل نہایت آسانی سے نکالا جا سکتا ہے۔ زیتون کے پھل کو اگر دبایا جائے تو اس میں سے تیل نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔

روغن زیتون کی خصوصیات:

بدن کی خشکی کو ختم کرتا ہے۔ بال گرنے میں مفید ہے۔ بدن میں چستی و گرمی پیدا کرتا ہے۔ پیشاب لاتا ہے۔ مسوڑھوں کو طاقت بخشتا ہے۔ جن افراد کو پسینہ نہ آتا ہو، اسکی مالش سے مسام کھل جاتے ہیں اور پسینہ جاری ہو جاتا ہے۔ سپین میں ایک بڑی پرانی کہاوت ہے کہ زیتون کا تیل ہر مرض کی دوا ہے۔

اکثر کھلاڑی اسکو کھانے میں استعمال کرتے ہیں اور جسم کو چاک و چوبند رکھنے کے لیے اسکی مالش کی جاتی ہے۔ جو افراد زیتون کے تیل کو کھانے پکانے میں استعمال کرتے ہیں ان میں دماغ کی شریانوں کے پھٹ جانے جیسے عوارضات بہت کم پائے جاتے ہیں۔ یورپی ممالک میں سے زیادہ زیتون کے درخت اسپین میں پائے جاتے ہیں اسکے بعد دوسرا نمبر اٹلی کا ہے۔ اٹلی کا تیل سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ فرانس کا تیل بھی اٹلی کے ہم پلہ سمجھا جاتا ہے۔ گہرا سبز یا گہرا زردی مائل بھورا تیل اچھا نہیں ہوتا۔ بہتر تیل نہایت ہلکا سبز یا سنہری ہوتا ہے۔ زیتون کے تیل سے ہر قسم کے کھانے تیار کئے جا سکتے ہیں اسکو بالوں میں لگانے سے بفا دور ہو جاتی ہے۔ بالوں کو گرنے سے روکتا ہے۔ جلد سفید نہیں ہونے دیتا۔ زکام اور سر درد کو رفع کرتا ہے۔ آنتوں کو طاقت دینے کے لیے انتہائی موثر ہے۔ قبض کو ختم کرتا ہے۔ معدہ اور آنتوں کے زخموں اور چھالوں میں نہایت مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کو مار کر نکال دیتا ہے۔ پتھری کو توڑتا ہے خاص طور پر صفراوی پتھری اور پتے کی پتھری کے لیے مفید ہے۔ اسکی مالش سردی کے اثر کو ختم کرتی ہے۔ اگر کوئی زہریلی چیز استعمال کرے تو اسکے استعمال سے زہر کے اثر کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ بچھو، شہد کی مکھی اور بھڑ کے کاٹنے والی جگہ پر لگانے سے اسکے زہریلے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ ورموں کو تحلیل کرتا ہے، خارش، زر کھجلی میں مفید ہے، داد کے لیے مفید ہے۔ اسکی مالش عرق النساء اور وجع مفاصل اعضاء کو نفع دیتا ہے۔ کمزور اور لاغر بچوں کے لیے اسکا استعمال انتہائی مفید ہوتا ہے۔

صقارہ ایجوکیشن سسٹم کا مرکزی ادارہ علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج

صقارہ سائنس کالج

SIQARAH

بزرگانِ دین کی سرپرستی — بچوں کی سیکورٹی کا اعلیٰ انتظام — صاف ستھرا ماحول

داخلہ 2017 برائے جماعت لوئر مڈل سے ایف ایس سی

نمایاں خصوصیات

سیلکشن امیدوار کا تحریری امتحان، انٹرویو اور میڈیکل پاس کرنا لازم ہے

- ✓ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کشادہ کیمپس
- ✓ فیس کم، معیار اعلیٰ، بھائیوں کیلئے فیس میں خصوصی رعایت اور میرٹ اسکالرشپ
- ✓ مستعد اور تجربہ کار اساتذہ
- ✓ نظم و ضبط اور اسلامی شعائر کی پابندی
- ✓ کھیلوں کے وسیع و عریض میدان
- ✓ والدین کو sms کے ذریعے حاضری اور امتحانی نتائج کی فوری اطلاع

داخلہ جاری ہے

محکمہ تعلیم کے نامور ماہرین کے زیرِ نگرانی

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نورپور ضلع چکوال

For more Info: www.Siqarahedu.com Ph: 0543-562222

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج

F.sc(pre.med)	B.sc
Ics	F.sc(pre.eng)
F.A(IT)	I.com
	F.A

1۔ سائنس اور آرٹس تمام کورسز میں داخلہ جاری ہے۔

2۔ آغاز F.sc کلاسز یکم اپریل 2017۔

3۔ آغاز B.sc کلاسز 15 جولائی 2017۔

ادارے کی نمایاں خصوصیات	ہاسٹل کی نمایاں خصوصیات
تدریس بذریعہ لیکچر سسٹم اور ملٹی میڈیا	طالبات کے لیے خصوصی طور پر باجماعت نماز کا اہتمام
سٹوڈنٹس کے لیے Seminars اور Presentation کا انعقاد	ہاسٹل طالبات کی بہترین دینی، دنیوی اور اخلاقی تربیت کا انتظام
M.Sc اور M.Phil تجربہ کار اساتذہ	طالبات کے لیے کالج کے بعد ایکسٹرا کوچنگ کلاسز
پریکٹیکلز کی تیاری سلیبس کے ساتھ ساتھ	طالبات کے لیے غیر نصابی سرگرمیوں کا انعقاد
E.Cat اور M.Cat کے ٹیسٹ کی تیاری کی سہولت	طالبات کے لیے احادیث اور تصوف کی خصوصی کلاسز
جدید سامان سے آراستہ کمپیوٹر لیب اور سائنس لیب	طالبات کے مکمل تحفظ کے لیے دن رات سیکورٹی گارڈ
بورڈ کے امتحانات اور پروفیشنل ڈگری کی منظم اور بھرپور تیاری	جنریٹر اور گیزر کی سہولت
انتہائی مناسب فیس کے ساتھ اعلیٰ معیار تعلیم	طالبات مڈل تا B.Sc ہاسٹل میں داخلہ لے سکتی ہیں

صقارہ گرلز سائنس اینڈ کامرس کالج، دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

فون نمبر: 0543-562200، موبائل نمبر: 0332-8384222

زیارت حرمین شریفین پہ جانے کیلئے عمرہ پیکیج

شٹل سروس کیساتھ سستا ترین 21 دن 70,000 میں

IATA

1439ھ کے لیے بکنگ جاری ہے۔

PIA پی آئی اے
Pakistan International
PSA

روانگی لاہور، فیصل آباد، ملتان، اسلام آباد، پشاور اور کراچی سے 65000 میں جب چاہیں بکنگ کروائیں۔
اور وی آئی پی پیکیج تھری سٹار ہوٹلز 150 تا 200 میٹر فاصلہ حرمین شریفین 15 دن
100000 تا 110000 اور 21 دن 120000 تا 125000 علاوہ اکانومی پلس بجٹ پلس
300 میٹر تا 900 میٹر پیدل ایریا میں بہت سارے ہوٹلز کے پیکیج بھی موجود ہیں۔

نیز وی آئی پی پیکیج 15 دن فائیو سٹار ہوٹلز مکہ ٹاور مدینہ مرکزیہ فائیو سٹار وی آئی پی ٹرانسپورٹ جدہ مکہ مدینہ منورہ اور تمام زیارتیں وی آئی پی ناشتہ صرف 195000 میں بکنگ جاری ہے۔ روانگی انشاء اللہ احباب سلسلہ گروپ کے ساتھ 15 فروری تا 15 مارچ تک ہوگی۔
عمرہ پیکیج کیساتھ ترکی استنبول تین دن قیام تھری سٹار ہوٹل بمعہ زیارات صرف 30000 زائد علاوہ ٹکٹ۔

العروج انٹرنیشنل ٹریول سروس

عبداللہ چوک اکال والا روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ

رابطہ

حافظ حفیظ الرحمٰن پروپرائٹر العروج انٹرنیشنل ٹریول سروس

⇐ 0334-6289958 اس نمبر پر واٹس ایپ کی سہولت بھی موجود ہے۔ 0462511559

⇐ 0334-5565000,0334-0694165 0462512559 محمد عامر حفیظ رانا سکندر حفیظ

⇐ Ranahafeezurrehman1@gmail.com

dictates of Turat and Injeel; the disbelievers, the wrong doers and disobedient, and the sinners. If the same attitude is shown towards the dictates revealed in Quran, by Muslims, then they deserve to be declared, as above, with more severity. Thus if a Muslim deviates in matters pertaining to beliefs, for instance, adds rituals to worship and declares his concocted rituals as acts of piety that earn reward, he is an Innovator.

There are actions which are permissible and when done under normal conditions are acceptable; for e.g. the kind of foods that we eat today are different from those consumed in the Prophet's (SAWS) era. Today if someone declares that having tea with breakfast or having an egg with a paratha in the morning is a meritorious act, it will make this entire activity an Innovation or Bidaah. He thus made a lawful, permissible activity an Innovation, when he declares it to be an act earning rewards and consider that those who are negligent have become sinful. This is indeed a serious offence because the Innovation is like making a subtle claim of being a Prophet, though he does not express it verbally. It is a Prophet's (AS) duty to tell the people what has been revealed by Allah (SWT), as meritorious or as evil. Anyone who invents rituals and proclaims sanctity with them and those who do not engage in these rituals are condemned by him as sinful, is in reality making a tacit declaration of his prophet hood. Anyone who invents innovations and declare the forbidden (haram) as permissible (halal) for fear of people or greed, they are definitely disbelievers.

In passing judgments over crimes that are Hudood, for which the punishment has been decreed by Allah (SWT), the Court may review and examine the evidence provided and if the convicted is proven guilty then the Judge has to award the sentence in compliance with Allah's (SWT) verdict. If a Judge violates and decides on his own to punish the criminal, he will be a wrong doer. Hence, all those who violate the Hudood are grave wrong doers. Then those who decide cases pertaining to other crimes that fall under Penalties (Ta'azeerat), unfairly, are indeed sinners. These are the three levels of justice and we can evaluate where we stand today.

We are the Muslims of a unique kind who can neither leave Islam nor make any effort to learn or understand, at least the meaning of the Credal statement (Kalimah). We do not even know how to pronounce it correctly, let alone know its true meaning. Often people are contented with what their grand parents had taught them in their childhood. The Credal Statement may be a small phrase but once it is proclaimed, it cuts off a person from every thing else and ushers him in Allah's (SWT) Presence, whereby he confesses that there is no one else worthy of being worshipped, worthy of unconditional obedience, except Him (SWT). It is only befitting to His Magnificence that all His (SWT) Commands be accepted and executed, without hesitation. Allah (SWT) alone is worthy of worship and before Him (SWT) heads must prostrate, in reverence. He (SWT) is far too exalted to be comprehended by our senses or scope of knowledge then how will we know what pleases Him (SWT) and what may annoy Him (SWT)?

(Continued...)

judgment contrary to His (SWT) verdict is a great wrong doer. This means that our entire judicial system which is based on the British Colonial System is indeed a great wrong doing on our part. We are oppressing people in the name of justice. What the Saudi King did was justice and what we do is oppression; a wrong doing!

The second category of punishments is called Ta'azeerat or the Penalities. These are punishments awarded on lesser crimes by the Judge or Qazi, at his discretion. The Judge or Qazi may view the evidence and decide about the severity of the punishment such as a six month or two years of imprisonment with a fine or as he thinks is appropriate. These verdicts are called Ta'azeerat or Penalities. Quran states, "And after these Messengers (AS) We sent Isa (AS) son of Maryam (AS) following in their footsteps, who was an affirmer of Turat, the Book that came before him. And we gave him the Injeel, in which is Guidance and Light (Noor) and (it was) a confirmation of the Turat, that came before it and was Guidance and Advice for those who are conscious of Allah (SWT). (46:Al Maidah) Allah (SWT) says that Isa (AS) was sent after Musa (AS) and was given Injeel, a Book for Guidance which endorsed the Truth that was revealed in Turat. The Book revealed upon Isa (AS) was also a fountain head of Guidance, for people to follow the right course in life in every matter. The Book 'Injeel' offered outward and inward excellence as it had Guidance as well as Light. The reformation of conduct is called Guidance while the subtle heart (qalb) getting illuminated with Divine Refulgence by acquiring Allah's Remembrance is associated with Light, afforded by Allah's Book. The acquisition of spiritual stations is all manifestations of this Light. The Book thus offered everything that is necessary for a person's welfare, being a Book of Guidance and Advice for him.

However, it will benefit only those who have Taqwa; which is a bond between a humble servant of Allah (SWT) and Allah (SWT) Himself, the Merciful Sustainer and Provider. When a servant takes in count the endless favors, constantly being showered upon him by his Creator (SWT), he feels immense gratitude towards Him (SWT) and as a result falls in love with Allah (SWT), the most Magnificent. He realizes how his Allah (SWT) is providing for all his needs. He (SWT) is extremely Merciful and loving towards him, hence he must refrain from annoying Him (SWT). In fact, he wants to please Allah (SWT), therefore he becomes very careful in his behavior lest he may annoy his Allah (SWT). This awareness and consciousness is 'Taqwa'. Quran says that people with such consciousness will pay heed to advice and try to know and understand what pleases Allah (SWT). However, when a person is without such feelings or a bond with his Creator (SWT), he will not pay any heed to any admonition. Just as a rock remains unaffected by rainfall, similarly the hearts that have been hardened like rocks, receive no Guidance.

Quran states, "And the people of Injeel should ordain according to what Allah (SWT) has revealed in it. And whoever does not ordain according to Allah's Revelation (Commands), then such are the people who are disobedient.(47:Al Maidah). Quran has stated three levels of defiance done by those who refuse to act in compliance to the

Translation of Akram-ul-Tafaseer

(Surah Al Maida)

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

If the murderer is not forgiven by the heirs and is punished by the court against the verdict of Allah (SWT) then the court or authority are indeed wrong doers. They are oppressors as it is a grave offence though not disbelief. Those who meddle with beliefs are disbelievers while those who meddle with Allah's (SWT) Limits (Hudood) are indeed wrongdoers.

There are some good examples of adherence to Allah's (SWT) Hudood in today's world. Alhamdolillah! Few months back, a member of the Saudi Royal family shot his own friend, accidentally. The Prince was travelling by road with his friend and came across some troubled area where bullets were fired. He stopped his car and stepped out of it, shooting in return randomly. One of his bullets hit his own friend, accidentally, who died. The case was filed in the Court of Justice and the Prince was awarded a death sentence as it was a broad daylight murder. The Prince was the nephew of the present King and yet was awarded death sentence as Allah's Law. The royal family of that Prince approached the heirs of the slain and offered him loads of money as blood money to earn his pardon. The father of the victim turned down all their offers. He said he wanted justice and not money. He said he had received the dead body of his young son and he demanded that he would like the royal family to go through the same ordeal. They too must receive the body of their young son. Hence the trial went on for a month or so and the verdict was maintained. The Prince was beheaded like an ordinary criminal, in public, and his body was taken to his royal palace. The royal family could not save him. The King although a sovereign ruler of the Kingdom, did not interfere with the verdict passed according to Allah's decree. The King said that he was nothing before Allah (SWT), Who had made him the King over His people. It did not befit him to violate His laws and rebel against Him (SWT). He said his authority was a sacred trust of Allah (SWT) given to him for upholding Allah's Commands and not for violating them.

Unfortunately, in our country we see criminal cases taking years in their proceedings, going from the lower courts to the higher courts. Often we hear that a person convicted of murder was declared innocent after sixteen years and ordered to be released with honor. The sad part is that the accused had died two years ago in prison! Is this justice? This is indeed a great wrong doing! Quran says that anyone who violates the Laws of Allah (SWT) that have been decreed for crimes and passes his own

Unseen commit an enormity. Some persons, seemingly literate but lacking common sense, hold that Kashf-e Qubur is a sort of knowledge of the Unseen and that anyone who claims it is a polytheist. My Rabb! What an interpretation!

The poor ignoramuses have neither an idea of what the knowledge of the Unseen implies, nor are they aware of the karamah of the aulia and the supernatural events. Even an ordinary scholar understands that the knowledge of the Unseen which constitutes polytheism is the one which is not amenable to reason and which is reserved for ALLAH, whereas kashf is an argument by itself, a symbol to prove His Divinity. Those who regard it as knowledge of the Unseen exhibit sheer ignorance and utter disregard of the distinction between beliefs and theories. A classic example of this imbalance is that of the author of Jawahir al-Qurãn:

1) [Vol. I, p: 19]: ALLAH's Essence, angels, the revealed scriptures, the ancient Prophets, states of the Barzakh, indications of Dooms Day, the Resurrection and Resuscitation, the Pathway, the Scales, the Paradise, the Hell, the recompense of graves are the Commandments of the Knower of the unknown. And a denial of facts of the unseen world, proved by categorical Quranic injunction, for example: retribution in the grave, Resurrection, and Resuscitation, etc. constitutes polytheism.

Here the learned author acknowledges that the retribution in grave is proved by categorical Qur-anic injunctions and its denial is polytheism. And then:

2) [Vol. II, p: 904-905]: "The Retribution of the grave is neither to the spirit nor to the body."

The question then arises, "Who is subjected to this Retribution?" The obvious answer is "No one!" On one hand, the learned author denies this reality in volume II; and on the other, also regards its denial as an act of polytheism in volume I.

****

CHAPTER XVIII
OBSERVING THE PROPHETS AND ANGELS

Observing Prophets, angels and spirits is a subject related to kashf. Though such observations do not constitute the aim of Tasawuf, yet these are incidental to a seeker of the Path. It has been emphasised in earlier chapters that the ultimate aim of Tasawuf and the Path is the attainment of ALLAH's Pleasure and His Nearness. The reason for reiteration is that this important aspect is utterly neglected in the current thought on Tasawuf. True Tasawuf is nothing but love of ALLAH and adherence to the Prophet's-S.A.W. Sunnah. This indeed is the 'be-all and end-all' of Tasawuf:

The beginning of Tasawuf is to engage in His worship and the end is to entrust everything to Him disregarding all means:

Every soul will taste death. Then to Us, you will be returned. (29:54)

Proof of Observing the Prophets

There is no disagreement on seeing Prophet Muhammad-S.A.W, other Prophets and angels in full consciousness. The disputed point, if at all, is whether the observation is of the real person or his image. A very small group is in favour of the latter, while the majority of the Ulama believe in the former.

(Continued...)

in a state of bliss or torture. It has nothing to do with cosmic affairs. Moreover, in Kashf-e Qubur the status and the achievements of the believers and the aulia in Barzakh are also disclosed.

The word 'Kaun'- of which 'Kauni' is an adjective- is used for everything cosmic. Kashf-e Kauni pertains to the state of things that apparently exist in the cosmos but are out of sight for the time being. Kashf-e Qubur pertains to the spiritual and the invisible world and can, by no stretch of the imagination, be taken as Kashf-e Kauni. The above analysis clearly brings out that in Kashf-e Kauni only the corporeal objects and events manifest themselves. It has nothing to do with beliefs, a field wherein it is obligatory to believe things of the Hereafter (the invisible world) e.g. the Recompense of the Grave is not a matter of the cosmos. To deny it would amount to infidelity, as stated by Allama Anwar Shah Kashmiri in his Urf-e Shuzi, (p:389):

The Recompense of the Grave is proved by Twaatir and as such has the consensus of all Sunnis. Anyone who denies this Twaatir is undoubtedly a heretic and an infidel if Twaatir is axiomatic. In case it is 'posteriori', he is the sinner of the worst kind. The Recompense of the Grave pertains to the former. Therefore, it is proved that the reward and retribution in the grave is an affair of the Hereafter, and that it is obligatory to accept it as an article of Faith. This is not so in the case of worldly things like mountains, trees and animals etc.

The author of Tafsir-e Mazhari while commenting upon the meanings of the verse: Yome'nuna bil Ghaib (Those who believe in the Unseen) vol: I, p: 19 writes:

The Unseen means things beyond the reach of human eye e.g. ALLAH and His attributes, the Day of Resurrection, Heaven, Hell, the Pathway, the Scales, Retribution in the Grave, etc.

And Tafsir-e Qartabi, (Vol. I, p: 163) states:

Unseen means, things disclosed by the Prophet-S.A.W. which are beyond the scope of human senses, e.g. conditions of the Day of Reckoning, Retribution in graves, Resurrection, Resuscitation, the Pathway, the Scales, the Paradise and the Hell.

And according to Tafsir-e Khazan and M'alam:

Unseen are the things which are outside the domain of the physical eye. Ibn-e Abbas said that it includes everything which is ordained as an article of Faith, and is beyond the reach of human eyes, e.g. Angels, the Day of Resurrection, Paradise, Hell, the Pathway and the Scales.

And Saeed Aziz Dabbagh, a Ghauth of his time, says:

The non-believers cannot see the Prophet-S.A.W. in his tomb and the lights radiating therefrom right up to Barzakh, the spirits of the sacred saints and the believers in eternal rest in their graves, nor can they see Angels, Paradise, the Guarded Tablet, the Pen and the Divine Lights around them. (al-Abraiz Urdu, p: 559)

It has been proved beyond any doubt that the Recompense of the Grave is a matter of the next world and has nothing to do with this world. Thus Kashf-e Qubur is not Kashf-e Kauni but is a part of the manifestations of Divinity. Those who treat Kashf-e Qubur as Kashf-e Kauni have doubtlessly erred but those who regard it as knowledge of the

KASHF AND ILHAM

Translation of "Dalail us Suluk" written by
Hazrat Maulana Allah Yar Khan (RAU)

Continued...

Chapter XVII

Hence he cannot possibly have kashf. Maulana Ahmad Ali Lahori says:

Remember, knowledge and spiritual growth are two separate issues. All spiritual afflictions have only one remedy: the company of the aulia. While in their company the blessing of ALLAH's Name opens the doors of His favours. I must say that beneath the dust of their shoes lie hidden the pearls not found in the crowns of emperors. But this association with the aulia must be based on due decorum, devotion and obedience. One such pearl is the ability to distinguish between lawful and unlawful, and another is Kashf-e Qubur (the manifestation of the states of the dead in their graves). I call upon you, the heedless youth who deny these realities, to come to me, with provisions for fourteen years. I shall entrust you to the aulia who would bring you up in a manner that you will be able (on reflection) to tell which of the graves is a grove of Paradise and which a pit of Hell. (Majlis-e Zikr, part I, p: 69-70)

Maulana Lahori has termed Kashf-e Qubur, a type of conventional kashf, as a pearl obtainable only in the company of the aulia, through the blessing of ALLAH's zikr. Obviously, a non-believer is deprived of both and hence, he cannot have kashf. Maulana also considers it an excellence, attainable by the Grace of ALLAH, after a long time. He invites others, in these words, to learn it from him:

Listen! And beware! That ALLAH has blessed me with intrinsic observation and I know that the graves of young men who died while reviling the Ulama have been turned into the pits of Hell. In case you doubt it, come to me and I shall teach you this skill in four years, though I learnt it myself in forty years. (Khuddam ad-Din, dated: 22 February 1963)

This candid and bold declaration of Maulana Lahori highlights several facts. His own excellence stands proclaimed and he offers to teach it to others in four years. In support of his claim, he is prepared to disclose the state of the dead in their graves. It is therefore amazing to hear that a non-believer can attain kashf when an accomplished saint like Maulana Lahori had to strive for forty years to acquire it. Now a word about the misunderstanding that Kashf-e Qubur is Kashf-e Kauni (pertaining to the cosmos). The basic difference is that Kashf-e Qubur does not disclose the state prevailing in the pit which constitutes the grave, but the actual condition of the one buried therein.

The foregoing excerpts from Maulana Lahori's writings show that those blessed with kashf can see whether the entombed is

MONTHLY
Al-Murshid

December 2017
Rabi-ul-Awwal/Rabi-ul-Sani 1439 AH

In the light of Shariah Rauza-e-Ather (saws) enjoys the same esteem as enjoyed by the Noble Court of The Messenger of Allah (saws) in his worldy life. Page No.9

Al-Sheikh Maulana Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan MZA

Sabah State Mosque

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ ؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ
قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ (رواہ الترمذی: باب ما جاء فی فضل الذکر و ابن ماجہ۔)

Narrated by Hazrat Abdullah Bin Busr (RAU), a person asked the prophet (SAWS) that he felt he could not rightfully discharge all orders of Shariah as they should be done, so he may be told some easy comprehensive deed which he could practice diligently. The Prophet (SAWS) replied: Always keep your tongue moistened with Allah's Zikr.

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255